عالمی مجلس تحفظ ختم نبوۃ کا ترجمان

ہفت روزہ

ختمِ نبوۃ

INTERNATIONAL URDU WEEKLY **KHATM-E-NUBUWWAT** KARACHI PAKISTAN

جلد: ۳۷ | ۲۹ر جمادی الاولیٰ تا ۵ر جمادی الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ فروری ۲۰۱۸ء | شمارہ: ۷

سیرتِ محمدی ﷺ

انسانیت کے لیے اعلیٰ نمونہ

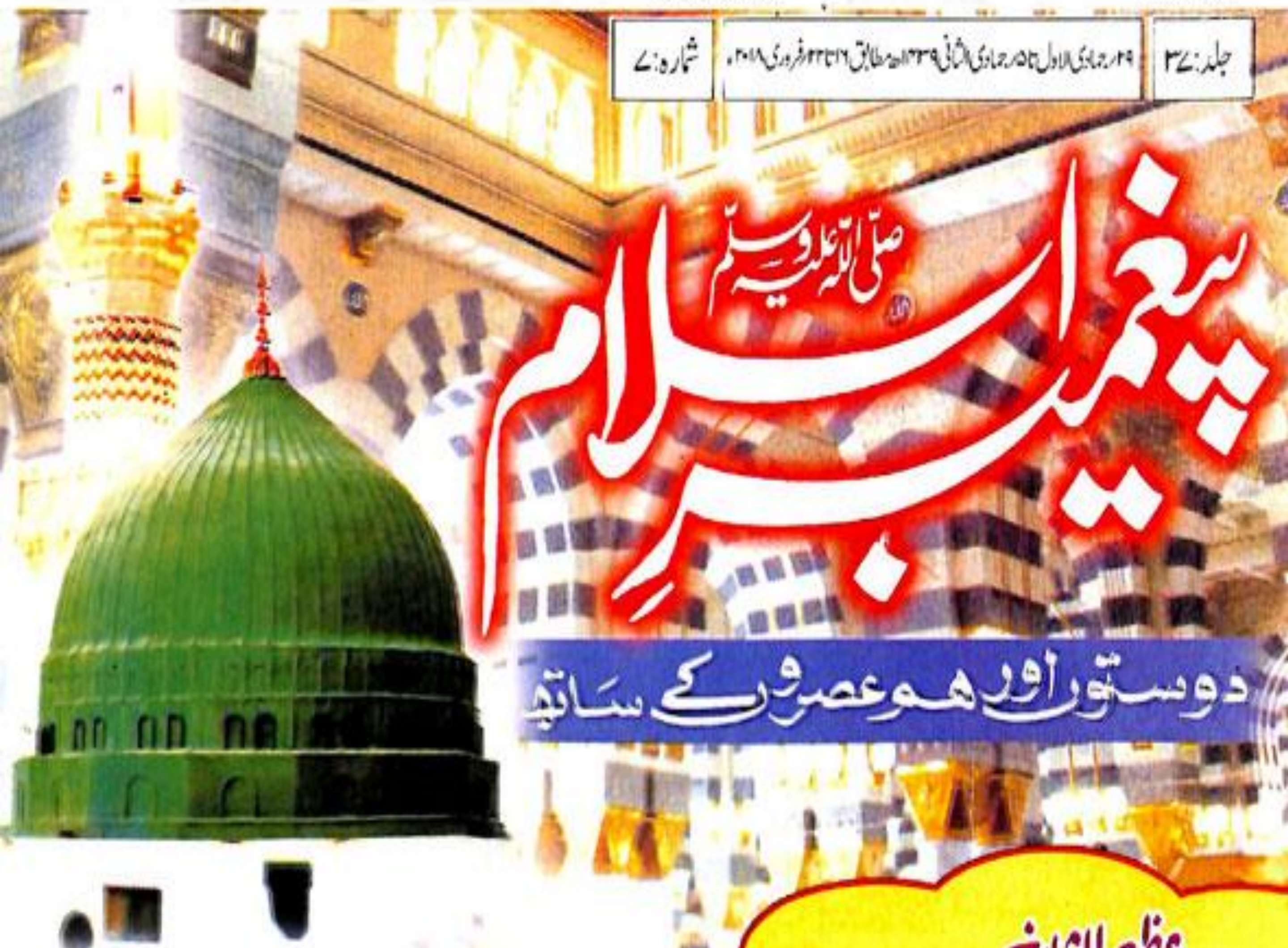

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وسلم

دوستوں اور دشمنوں کے ساتھ

عظیم الشان ختمِ نبوت کانفرنس

بادشاہی مسجد، لاہور

دُنیا میں بڑھتی ہوئی افراتفری

ہماری ذمہ داریاں

Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.info
http://www.khatm-e-nubuwwat.com
Website: http://www.khatm-e-nubuwwat.org
Email: editorkn@yahoo.com

بھابھی کا مکان کی ملکیت کا دعویٰ درست نہیں

س:...... میں نے ایک مکان کا سودا کیا اپنے بھائی کے لئے ستر لاکھ کا جس کے تین لاکھ ساٹھ ہزار روپے بیعانہ دیا، بیعانہ دینے کے بعد میری بھابھی نے منع کر دیا کہ یہ مکان میں نہیں خرید رہی، میں اس مکان میں نہیں رہوں گی اس کے بعد میں نے ان سے طے کیا کہ یہ رقم آپ جو کہ بارہ لاکھ تھی ان سے میں نے بطور ادھار مانگی کہ یہ مکان میں لے لیتا ہوں، کیونکہ بیعانہ کی رقم واپس نہیں ملتی، اس لئے میں نے اپنے بھائی اور بھابھی سے یہ بات کی کہ یہ رقم آپ مجھے ادھار دے دیں اور آپ اپنے لئے کوئی بھی مکان کرائے پر دیکھ لیں، جب تک میں آپ کی رقم واپس نہیں کروں گا آپ کے کرائے کی ذمہ داری میری ہے، میرے بھائی اور بھابھی اس بات پر راضی ہو گئے، انہوں نے کہا کہ مکان بھابھی کے نام کر دو اور آپ مکان لے لو، اس بات کے گواہ میرے کزن یعنی میری بھابھی کے بھائی ہیں اور وہی اس معاملے میں میرے ساتھ تھے اور مکان میں نے بطور ضمانت اپنی بھابھی کے نام کر دیا، کیونکہ ان کی رقم کی گارنٹی ہونے کی وجہ سے یہ مکان مجھے بیس لاکھ میں پڑ گیا تھا، مرمت اور نام وغیرہ کرانے کے بعد اب اس مکان کی ویلیو ۴۰ سے ۴۵ لاکھ روپے ہے، اب یہ اس بات سے منکر ہو رہے ہیں کہ مکان میرے نام ہے، مکان میرا ہے جبکہ ہمیشہ وہ یہی بولتے تھے کہ ہمارے پیسے ہم کو واپس کر دو اور اپنا مکان لے لو، اس بات کے گواہ ان کے دوسرے بھائی بھی ہیں اور میرے بہن بھائی بھی اور میری والدہ بھی گواہ ہیں اور یہ بات میری بھابھی کے گھر والے اور میرے گھر والے بھی جانتے ہیں کہ میں نے ان سے یہ رقم بطور ادھار لی تھی۔ برائے مہربانی اس مسئلہ کا حل بتائیں اگر ہم مکان کو فروخت کر کے اپنی اپنی رقم لینا چاہیں تو اس کا کیا طریقہ ہے؟

ج:...... صورت مسئولہ میں اگر آپ کا سوال درست، حقیقت اور صداقت پر مبنی ہے اور واقعتاً مذکورہ رقم (مبلغ بارہ لاکھ روپے) آپ نے اپنے بھائی اور بھابھی سے بطور ادھار (قرض) لی تھی جیسا کہ آپ نے سوال میں لکھا ہے تو اس صورت میں ان کی رقم کی حیثیت اب بھی قرض ہی کی ہے اور مکان آپ کی ملکیت سمجھا جائے گا۔ آپ کے ذمہ فقط مذکورہ رقم کی ادائیگی لازم ہوگی۔ قرض کی بنیاد پر آپ کے بھائی اور بھابھی کا مکان پر مالکانہ دعویٰ کرنا شرعاً درست نہیں ہے، کیونکہ مکان ان کے نام محض ضمانت کے طور پر کیا گیا تھا نہ کہ ملکیت کے طور پر۔ لہٰذا مکان ان کے نام ہونے کے باوجود وہ اس مکان کی شرعاً مالک نہیں ہوں گی اور اپنے دیئے ہوئے قرض کی واپسی کی حقدار ہوں گی۔ فقط واللہ اعلم بالصواب۔

نام پورا پکارنا چاہئے

س:...... اگر کسی کا نام عبدالرحمٰن، عبدالخالق، عبدالرزاق اور عبدالمالک وغیرہ ہوں تو لوگ پورا نام لینے کے بجائے صرف رحمٰن، خالق، رزاق اور مالک بولتے ہیں۔ کیا اس طرح نام لینا صحیح ہے؟ کیا یہ اللہ تعالیٰ کے نام کی بے ادبی نہیں ہے؟

ج:...... اللہ تعالیٰ کے نام دو قسم کے ہیں، ایک قسم ان اسماء مبارکہ کی ہے جن کا استعمال اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے لئے ہو ہی نہیں سکتا۔ جیسے اللہ، رحمٰن، خالق، رزاق اور مالک وغیرہ لہٰذا لفظ عبد کے بغیر ایسے ناموں کا استعمال کرنا حرام اور گستاخی ہے، جیسے کسی کا نام عبداللہ ہو، اس کو عبد ہٹا کر اللہ کہا جائے یا عبدالرحمٰن ہو، اس کو رحمٰن کہا جائے یا عبدالخالق کو خالق کہا جائے، یہ صریح گناہ اور حرام ہے۔ بہت سے لوگ اس گناہ میں مبتلا ہیں اور یہ محض غفلت اور بے پروائی کی وجہ سے ہے۔ اس لئے اس سے بچنے کا اہتمام کرنا ضروری ہے اور دوسری قسم اللہ تعالیٰ کے ان ناموں کی ہے، جن کا استعمال اللہ کے علاوہ دوسروں کے لئے بھی جائز ہے جیسے: رؤف اور رحیم اللہ تعالیٰ کے نام ہیں اور قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو بھی رؤف اور رحیم فرمایا گیا ہے، ایسے ناموں کے دوسرے کے لئے بولنے کی کسی حد تک گنجائش ہو سکتی ہے۔

ہفت روزہ ختم نبوۃ

مجلس ادارت

مولانا سید سلیمان یوسف بنوری، صاحبزادہ مولانا عزیز احمد، علامہ احمد میاں حمادی، مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی، مولانا قاضی احسان احمد

جلد:۳۷ ۲۹ رجمادی الاول تا ۵ رجمادی الثانی ۱۴۳۹ھ مطابق ۱۶ تا ۲۲ رفروری ۲۰۱۸ء شمارہ:۷

سرپرست

حضرت مولانا ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ

حضرت مولانا حافظ ناصر الدین خاکوانی مدظلہ

مدیر اعلیٰ

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری

نائب مدیر اعلیٰ

مولانا محمد اکرم طوفانی

مدیر

مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ

معاون مدیر

عبداللطیف طاہر

قانونی مشیر

حشمت علی حبیب ایڈووکیٹ

منظور احمد میؤ ایڈووکیٹ

سرکولیشن منیجر

محمد انور رانا

تزئین و آرائش:

محمد ارشد خرم، محمد فیصل عرفان خان

اس شمارے میں!

عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس، لاہور	۵	مولانا محمد اعجاز مصطفیٰ
سیرت محمدی ﷺ انسانیت کیلئے اعلیٰ نمونہ	۷	مولانا محمد مجاہد ندوی
دنیا کی بڑھتی افتراق آفرینی اور ہماری ذمہ داریاں	۱۱	مولانا محمد اسرار الحق قاسمی
کوئی نسبت تو ہوئی رحمت عالم ﷺ سے مجھے	۱۴	مولانا محمد شفیع چترالی
پیغمبر اسلام ﷺ دوستوں اور ہم عصروں کے ساتھ	۱۶	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی
حضرت حاجی سعد اللہ خان کی رحلت	۲۰	مولانا عبدالحسیب ہتخل
معتمد و غیر معتمد تفاسیر (۲۶)	۲۲	مولانا فضل محمد یوسف زئی
رفع و نزول عیسیٰ علیہ السلام (۱۳)	۲۴	حافظ عبیداللہ

بنیاد

امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ

خطیب پاکستان مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادیؒ

مجاہد اسلام حضرت مولانا محمد علی جالندھریؒ

مناظر اسلام حضرت مولانا لال حسین اخترؒ

محدث العصر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ

خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ

فاتح قادیان حضرت اقدس مولانا محمد حیاتؒ

مبلغ اسلام حضرت مولانا عبدالرحیم اشعرؒ

مجاہد ختم نبوت حضرت مولانا تاج محمودؒ

ترجمان ختم نبوت مولانا محمد شریف جالندھریؒ

جانشین حضرت بنوری حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ

شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہیدؒ

حضرت مولانا سید انور حسین نفیس الحسینیؒ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالمجید لدھیانویؒ

شہید ختم نبوت حضرت مفتی محمد جمیل خانؒ

شہید ناموس رسالت مولانا سعید احمد جلال پوریؒ

زرتعاون

امریکا، کینیڈا، آسٹریلیا: ۹۵ ڈالر، یورپ، افریقہ: ۷۵ ڈالر، سعودی عرب، متحدہ عرب امارات، بھارت، مشرق وسطیٰ، ایشیائی ممالک: ۶۵ ڈالر

فی شمارہ ۱۰ روپے، ششماہی: ۲۲۵ روپے، سالانہ: ۴۵۰ روپے

WEEKLY KHATM-E-NUBUWWAT, A/c# 0010010964680019

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK68ABPA0010010964680019

AALMI MAJLIS TAHAFFUZ KHATM-E-NUBUWWAT 0010010964710018

(انٹرنیشنل بینک اکاؤنٹ نمبر) IBAN NO. PK45ABPA0010010964710018

Allied Bank Binori Town Branch Code: 0159 Karachi.

رابطہ دفتر: جامع مسجد باب الرحمت (ٹرسٹ)

ایم اے جناح روڈ کراچی فون: ۳۲۷۸۰۳۳۷، فیکس: ۳۲۷۸۰۳۴۰

Jama Masjid Bab-ur-Rehmat (Trust)

Old Numaish M.A.Jinnah Road Karachi

Ph:32780337, Fax:32780340

مرکزی دفتر: حضوری باغ روڈ، ملتان

فون: ۰۶۱-۴۷۸۳۴۸۶

Hazori Bagh Road Multan

Ph:061-4783486

لندن آفس:

35,Stockwell Green

London, SW9 9HZ U.K

Ph:0207-737-8199

ناشر: عزیز الرحمٰن جالندھری مطبع: القادر پرنٹنگ پریس طابع: سید شاہد حسین مقام اشاعت: جامع مسجد باب الرحمت ایم اے جناح روڈ کراچی

زکوٰۃ، خیرات وصدقات کے فضائل

حدیث قدسی ۴: حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تیرے پاس اس قدر مال ہوتا ہے جو تیری ضروریات کے لئے کافی ہوسکتا ہے لیکن تیری حالت یہ ہے کہ تو اس قدر طلب کرتا ہے کہ وہ تجھ کو سرکشی اور ہلاکت میں مبتلا کردے، نہ تو کسی پر قانع ہوتا ہے نہ زیادتی سے تیرا پیٹ بھرتا ہے، اگر تو اس حالت میں صبح کرے کہ تیرا جسم تندرست ہو، تیری زندگی اور تیرا مذہب مامون ہو اور تیرے پاس صرف ایک دن کا کھانے کو ہو تو تو دنیا کو نظر انداز کردے۔ یعنی پھر دنیا کی طرف متوجہ نہ ہو۔ (ابن عدی، بیہقی)

حدیث قدسی ۵: حضرت ابن عمرؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے: اے ابن آدم! دو چیزیں ہیں، دونوں میں سے ایک تیرے اختیار میں نہیں ہے۔ ایک تو میں نے تیرے مال میں سے تیرا حصہ اس وقت کے لئے مقرر کردیا ہے جب تیری جان تیرے حلقوم میں آجائے اور یہ حصہ اس لئے مقرر کیا ہے تاکہ تجھ کو پاک کروں اور تجھ کو آراستہ کروں اور دوسرے تیری موت کے بعد میرے بندوں کی تجھ پر نماز پڑھنا۔ (ابن ماجہ)

یعنی مرتے وقت مال کے تیسرے حصہ میں وصیت کرنا، وصیت کا فائدہ مرنے کے بعد ہی حاصل ہوتا ہے جس طرح جنازہ کی نماز کا فائدہ مرنے کے بعد حاصل ہوتا ہے۔

حدیث قدسی ۶: حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یہ دین ہے جس کو میں نے اپنے لئے پسند کیا ہے، اس دین کی صلاحیت بجز سخاوت اور حسن خلق کے نہیں ہے۔ تم جب تک مسلمان ہو دین کا سخاوت اور حسن خلق سے اکرام کرتے رہو۔ (ابن عساکر)

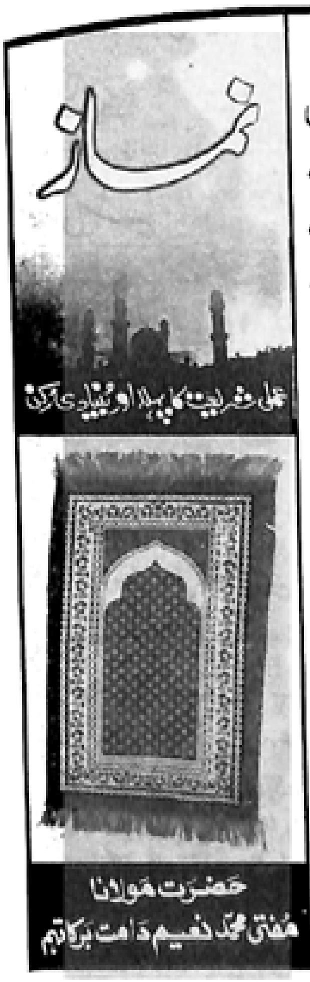

نمازِ عید

س:...... عید کی نماز پڑھنے کا طریقہ کیا ہے؟

ج:...... امام صاحب کے پیچھے صفیں درست کرنے کے بعد دل میں یہ نیت کرے کہ میں عیدالفطر/عیدالاضحیٰ کی دو رکعات واجب چھ تکبیرات زائد واجب کے ساتھ اس امام کے پیچھے پڑھ رہا ہوں جب امام صاحب پہلی تکبیر یعنی تکبیر تحریمہ کہہ لیں تو یہ بھی کانوں تک ہاتھ اٹھاتے ہوئے "اللہ اکبر" کہہ کر دونوں ہاتھوں کو باندھ لے، امام صاحب اور تمام نمازی پوری ثنا پڑھیں جو کہ آہستہ پڑھی جاتی ہے پھر امام صاحب قرأت شروع کرنے سے پہلے یکے بعد دیگرے تین مرتبہ علیحدہ علیحدہ "اللہ اکبر" کہیں گے، تینوں مرتبہ "اللہ اکبر" کہتے ہوئے کانوں تک ہاتھ اٹھائیں گے پہلی اور دوسری مرتبہ کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے بعد سیدھے چھوڑ دیں گے تمام نمازی بھی امام صاحب کی اقتدا میں ایسا کریں گے یعنی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے بعد سیدھا لٹکتا ہوا چھوڑ دیں گے، تیسری تکبیر میں امام صاحب اور تمام نمازی کانوں تک ہاتھ اٹھانے کے بعد ہاتھوں کو نماز میں باندھنے کی طرح باندھ لیں گے، پھر امام صاحب قرأت کریں گے جسے تمام نمازی خاموشی سے سنیں گے چاہے آواز نہ پہنچ رہی ہو تو بھی اس وقت خاموش کھڑے رہیں گے پھر امام صاحب پہلی رکعت کے رکوع و سجود کریں گے پھر دوسری رکعت کے لئے امام صاحب کھڑے ہوں گے، اس دوسری رکعت میں امام صاحب قرأت کریں گے جسے تمام نمازی خاموشی سے کھڑے ہوئے سنیں گے قرأت کی تکمیل کے بعد رکوع میں جانے سے پہلے امام صاحب یکے بعد دیگرے تین بار "اللہ اکبر" کہتے ہوئے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائیں گے یعنی "اللہ اکبر" کہتے ہوئے ہاتھوں کو کانوں تک اٹھائیں گے اور پھر ہاتھوں کو سیدھا چھوڑ دیں گے۔ اس کے بعد چوتھی تکبیر امام صاحب کہیں گے جو رکوع میں جانے کی ہوگی بقیہ نماز عام نمازوں ہی کی طرح پڑھی جائے گی اور مقتدی بھی امام صاحب کے سلام پھیرنے کے بعد سلام پھیر دیں گے سلام پھیر لینے کے بعد عام طور پر دو طریقے رائج ہیں جو کہ دونوں صحیح ہیں کہ سلام پھیر لینے کے بعد پہلے دعا مانگی جائے اور اس کے بعد دو خطبے پڑھے جائیں خطبوں کے بعد دوبارہ دعا نہ مانگی جائے دوسرا طریقہ یہ ہے کہ نماز کی تکمیل پر دعا مانگنے سے پہلے دونوں خطبے پڑھ لئے جائیں اور پھر آخری دعا مانگ لی جائے۔

اداریہ

محمد اعجاز مصطفیٰ

ختم نبوت کانفرنس بادشاہی مسجد، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وسلامٌ علیٰ عبادہٖ الذین اصطفیٰ

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق علماء امت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔ علماء امت جس طرح قرآن وسنت اور دین و شریعت کی تشریح وتبیین کرکے امت مسلمہ کے دین وایمان کی آبیاری کرتے ہیں، اسی طرح ان کے دین وایمان کی حفاظت اور چوکیداری کا فریضہ بھی سرانجام دیتے ہیں۔ اسی طرح ایک روایت میں ہے کہ میری امت میں بارش کی طرح فتنے نمودار ہوں گے اور ایک اور روایت میں ہے کہ تاریک رات کی طرح فتنے آئیں گے اور وہ لوگوں پر اس طرح اثر انداز ہوں گے کہ اگر ایک آدمی صبح مومن تھا تو شام کو کافر ہو چکا ہوگا اور اگر شام کو مومن تھا تو صبح کافر ہو چکا ہوگا۔ آج تقریباً وہی زمانہ نظر آ رہا ہے۔ ان فتنوں میں سے ایک فتنہ قادیانیت بھی ہے، جس کی فتنہ سامانیوں کو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حکومتی ایوانوں سے لے کر عوام الناس تک ہر جگہ، ہر فلور اور ہر میدان میں آشکارا کر رہی ہے۔ اسی سلسلہ میں ۱۰؍مارچ ۲۰۱۸ء کو بادشاہی مسجد لاہور میں ایک عظیم الشان کانفرنس منعقد ہو رہی ہے۔ اس کے پس منظر، پیش منظر اور مقصد کو ہماری جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور کے مبلغ مولانا عبدالنعیم صاحب نے خوبصورت انداز میں تحریر کیا ہے، اس تحریر کو بطور اداریہ یہاں نقل کیا جا رہا ہے۔

”عقیدہ ختم نبوت امت مسلمہ کا بنیادی اور اجماعی عقیدہ ہے۔ جس پر امت مسلمہ کی وحدت اور بقاء کا دارومدار ہے اس لئے کہ نبی بدل جانے سے نہ صرف وفاداری کا مرکز تبدیل ہو جاتا ہے بلکہ امت کا تسلسل اور اس کی وحدت کا مرکز بھی ختم ہو جاتا ہے، جس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری سے ایک نئے مذہب کا آغاز ہوا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آمد ایک نئے مذہب کی بنیاد بنی اور خاتم المرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے ان دونوں مذہبوں سے الگ ایک نئے دین کا دور شروع ہوا، اسی طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد بھی کسی نئے نبی کی آمد اور نئی وحی کا نزول ایک نئے مذہب کا عنوان بن سکتا تھا اور چونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت ورسالت اور وحی کی مدت قیامت تک پوری نسل انسانی کے لئے ہے اس لئے اس ابدیت اور وسعت کے تحفظ کا فطری تقاضا تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت اور وحی کا دروازہ ہمیشہ کے لئے بند کر دیا جاتا تاکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قیامت تک پوری نسل انسانی کے لئے نبوت ووحی کا سلسلہ کسی بھی دور اور کسی بھی علاقے میں خدانخواستہ منقطع ہونے کا کوئی امکان باقی نہ رہتا۔ چنانچہ اللہ رب العزت نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے ساتھ نبوت کا دروازہ بھی بند کر دیا اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دوٹوک اعلان کر دیا کہ میرے بعد قیامت تک کسی کو نبوت نہیں ملے گی اور نہ کوئی نئی وحی آئے گی۔ البتہ نبوت کے جھوٹے دعویدار ہر دور میں پیدا ہوتے رہیں گے جو دجل وفریب کے ساتھ لوگوں کو گمراہ کرتے رہیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد چودہ صدیوں کے دوران سینکڑوں لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا اور خودساختہ وحی پیش کی لیکن امت مسلمہ نے کسی بھی دور میں ایسے کسی شخص کو پذیرائی نہیں بخشی اور نبوت کا ہر دعویدار اپنے دجل وفریب کے کرشمے کی بدولت دنیا سے نامراد لوٹتا رہا۔ انہی میں سے ایک جھوٹا دعویدار مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے، جس نے کم وبیش ایک صدی قبل پنجاب کے ایک قصبہ قادیان میں، پہلے مہدی اور پھر مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا پھر نبوت کا دعویٰ کیا اور کہا کہ اسے نبوت دی گئی ہے اور اس پر وحی نازل ہوتی ہے۔ اب پوری دنیائے انسانیت کی فلاح ونجات کا مدار اس کی اتباع اور پیروی پر ہے اور جو شخص اس پر ایمان نہیں لائے گا وہ نجات اور فلاح سے محروم رہے گا۔ ظاہر بات ہے کہ جب بھی کوئی شخص اپنی اتباع اور خود پر ایمان لانے کو نجات اور فلاح کا مدار قرار دیتا ہے تو وہ ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھتا ہے اور جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپؐ کے ساتھ مسلمانوں کی وفاداری کے مرکز کو تبدیل کرکے اس مقام پر (نعوذ باللہ) خود کو کھڑا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اسی بناء پر امتِ مسلمہ کے تمام مکاتب فکر کے اکابر علماء کرام نے متفقہ فیصلہ دے دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے پیروکاروں کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے اور وہ عقیدہ ختم نبوت اور دیگر مسلمہ اسلامی عقائد سے انحراف وارتداد کے باعث دائرہ

اسلام سے خارج اور ایک نئے مذہب کے پیروکار ہیں مگر مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کی یہ ضد اور ہٹ دھرمی قائم ہے کہ وہ (1) نئی نبوت و وحی پر ایمان لانے، (2) مرزا غلام احمد قادیانی کو آئندہ تمام لوگوں کے لئے نجات کا مدار قرار دینے کے باوجود مسلمان ہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہ لانے والے دنیا بھر کے تمام مسلمان (نعوذ باللہ) کافر ہیں۔ امت مسلمہ اور قادیانیوں کے درمیان اس کشمکش کا فیصلہ دنیائے اسلام کے تمام علمی و دینی حلقوں نے متفقہ طور پر قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دے کر کیا اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کی منتخب پالیمنٹ نے 1974ء کے دوران دستور پاکستان میں متفقہ ترمیم کے ذریعہ مرزا غلام احمد قادیانی کے پیروکاروں کو دستوری طور پر غیر مسلم اقلیت قرار دے کر امت مسلمہ کے اس اجماعی فیصلے پر مہر تصدیق ثبت کر دی جبکہ 1984ء میں صدر جنرل ضیاء الحق مرحوم نے امتناع قادیانیت آرڈیننس کے ذریعہ قادیانیوں کے اپنے جھوٹے مذہب کے لئے اسلام کا نام اور مسلمانوں کی مخصوص مذہبی اصطلاحات اور شعائر کے استعمال سے روکتے ہوئے اسے قانونی جرم قرار دیا۔ 1974ء کی دستوری ترمیم اور 1984ء کا صدارتی آرڈیننس جو دستوری ترمیم کے ذریعہ آئین پاکستان کا حصہ بن چکا ہے دنیا بھر کے مسلمانوں کے متفقہ فیصلے اور اسلامی جمہوریہ پاکستان کے غیور مسلمانوں کے دینی جذبات کی عکاسی کرتا ہے مگر قادیانی گروہ نے نہ صرف یہ کہ اس فیصلے کو تسلیم کرنے سے انکار کر رکھا ہے بلکہ وہ اسے سبوتاژ کرنے اور غیر مؤثر بنانے کے لئے قومی اور بین الاقوامی سطح پر مسلسل سازشیں کر رہا ہے اور عالمی استعمار جس نے اپنے مخصوص استعماری مقاصد کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی سے نبوت کا دعویٰ کروا کر یہ فتنہ کھڑا کیا تھا۔ ہر سطح پر اس فتنہ کی پشت پناہی کر رہا ہے اور مغربی ممالک کے ساتھ ساتھ سیکولر بین الاقوامی اداروں کی طرف سے بھی پاکستان پر مسلسل دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ 1974ء کی دستوری ترمیم اور 1984ء کے صدارتی آرڈیننس کو تبدیل کر کے قادیانیوں کو دوبارہ مسلمانوں کی صفوں میں شامل کرنے کی راہ ہموار کی جائے تاکہ یہ فتنہ پرور گروہ اسلام کے نام پر مسلمانوں کو اسلام سے برگشتہ کرنے کی مذموم مہم کو آگے بڑھا سکے۔

اس پس منظر میں پاکستان کے مختلف حلقوں میں قادیانیوں کی گمراہ کن سرگرمیوں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ مقتدر حلقوں میں چھپے ہوئے لادین اور دین دشمن عناصر ان کی پشت پناہی کر رہے ہیں۔ عالمی استعمار اور سیکولر لابی قادیانیوں کو مسلمان تسلیم کرانے کے لئے اپنی ریشہ دوانیوں میں مصروف اور اکتوبر 2017ء میں قومی اسمبلی سے اور سینیٹ سے حلف نامہ 7C،7B ختم کر کے قادیانیوں کے لئے ایک چور دروازہ کھولنے میں کامیاب ہو گئے جس کے اگلے ہی روز پوری امت اسلامیہ اس فیصلہ کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی پہلے تو حکومتی حلقوں میں لیت ولعل سے کام لیا جاتا رہا کہ ہوا ہی کچھ نہیں، لیکن ملت اسلامیہ کے ایمانی قوت وولولہ کے سامنے ان حلقوں کو پسپائی اختیار کرنا پڑی اور اس پر کمیٹی بنائی گئی کہ اس کو دیکھا جائے اور اس میں ترمیم کی جائے، جب حکومتی حلقوں میں سستی دیکھی گئی تو عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی رہنماؤں کے فیصلے کے مطابق شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ نے اسلام آباد ہائی کورٹ میں رٹ دائر کر دی اور عدالت نے اپنے حکم سے اس ترمیم کے لئے حکم امتناعی جاری کر دیا جس کی وجہ سے وہ قانون کا مسودہ بے جان ہو گیا پھر پارلیمنٹ میں جمعیت علماء اسلام کی پالیمانی جماعت کے بھرپور کردار ادا کرنے پر ترمیم کو ایک اور ترمیم کے ذریعے سے بدل دیا گیا اسی طرح ان کا چور دروازہ بند ہو گیا اور پہلے سے کہیں زبردست طریقہ سے قادیانیوں کو اپنی پہلے والی پوزیشن پر بھیج دیا۔ تحفظ ناموس رسالت کے قانون 295/C کو اور تحفظ ختم نبوت کے قانون کو بدلنے کے لئے ابھی ان کے عزائم ٹھیک نہیں۔ چنانچہ مسلمانوں کے متفقہ عقیدہ ختم نبوت اور قانونی فیصلوں کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ اسلامیان پاکستان اجتماعی طور پر مکمل بیداری کا ثبوت دیں اور طاغوتی قوتوں اور حکمرانوں پر واضح کر دیں کہ وہ قادیانیوں کو چور دروازے سے مسلمانوں میں دوبارہ شامل کرنے کی کسی بھی کوشش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ انشاء اللہ العزیز! اس عظیم دینی مقصد کے لئے عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے زیر اہتمام 10 مارچ 2018ء بروز ہفتہ بعد نماز عصر لاہور کی تاریخی بادشاہی مسجد میں ملک گیر اور تاریخ ساز کانفرنس منعقد کی جا رہی ہے جو ملک کے غیور مسلمانوں کا تاریخی اجتماع ہوگا اور تحفظ ختم نبوت کی جدوجہد کی تاریخ میں سنگ میل ثابت ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالیٰ! ملک بھر کے علماء کرام، دینی کارکنوں اور تمام طبقات کے مسلمانوں سے اپیل ہے کہ وہ دینی بیداری کا ثبوت دیں اور اس ملک گیر ختم نبوت کانفرنس میں شرکت کی تیاری کے لئے پورے ملک میں ایسی فضاء قائم کر دیں کہ کسی طبقہ یا گروہ کو قادیانیوں کے دجل و فریب کی پشت پناہی کرنے اور اسلامیان پاکستان کی غیرت، جذبات سے کھیلنے کا حوصلہ نہ ہو۔“

اللہ تبارک وتعالیٰ اس کانفرنس کو کامیاب اور ہر اعتبار سے مقبول ومنظور فرمائے۔ امت مسلمہ کے ایمان وعقیدہ کی حفاظت کا ذریعہ، قادیانیوں کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن سے وابستہ ہونے کا وسیلہ اور تمام عالم انسانیت کے لئے راہ حق کی ہدایت وراہنمائی کا ذریعہ بنائے۔ آمین۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ سیدنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین

سیرتِ محمدی ﷺ

انسانیت کے لئے اعلیٰ نمونہ

مولانا محمد مجاہد ندوی

انسان کسی اسوہ کا محتاج ہے:

اللہ رب العزت نے انسان کو جس فطرت پر پیدا کیا ہے اور جو مزاج اس کو عطا فرمایا ہے اس کا تقاضا ہے کہ انسان کسی نمونہ اور ماڈل کو دیکھ کر عمل کرنے کا عادی ہوتا ہے، کوئی بھی عمدہ سے عمدہ نصیحت اور اچھی سے اچھی تعلیم اُس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتی جب تک اس کے پیچھے کوئی ایسی عملی شخصیت نہ ہو جو انسان کی توجہ اور محبت کا مرکز بن سکے اور انسان اُس کی زندگی کو سامنے رکھ کر اپنی زندگی اس کے مطابق ڈھال سکے۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں:

''میں ایک مرتبہ ۱۹۲۵ء میں مصر سے واپس آ رہا تھا، اتفاق سے اسی جہاز میں مشہور شاعر ڈاکٹر رویندر ناتھ ٹیگور بھی سوار تھے، ایک مسافر نے ان سے سوال کیا کہ ''برہمو سماج'' کی ناکامی کا سبب کیا ہے؟ حالانکہ اس کے اصول بہت منصفانہ اور صلح کل تھے، اس کی تعلیم تھی کہ سارے مذاہب سچے ہیں، اس میں عقل اور منطق کے خلاف کوئی چیز نہ تھی، وہ موجودہ حالات کو دیکھ کر بنایا گیا تھا، لیکن کیا وجہ ہے کہ اس نے کامیابی حاصل نہ کی؟ ڈاکٹر ٹیگور نے اس کے جواب میں بہت گہرا نکتہ بیان کیا کہا کہ ''برہمو سماج'' اس لئے ناکام ہوا کہ اس کے پیچھے کوئی شخصی زندگی اور عملی سیرت نہ تھی جو برہمو سماج کے ماننے والوں کی توجہ کا مرکز بنتی اور جس کو سامنے رکھ کر زندگی گزاری جاتی۔''

اس نکتہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کوئی بھی مذہب اپنے نبی کی سیرت اور عملی زندگی (Practical Life) کے بغیر ناکام ہے۔

معلوم ہوا کہ ہر انسان کو اپنی ہدایت اور راہنمائی کے لئے کسی ایسی شخصیت کی ضرورت ہے جو ہر اعتبار سے مکمل ہو تا کہ انسان اس کو اپنے لئے اسوہ اور نمونہ بنا سکے اور اپنی زندگی اس کے مطابق گزار سکے۔

اسی طرح انسان ایک کامل اور مکمل جزو ہے، یہ اللہ تعالیٰ کی مخلوقات میں سب سے افضل و اشرف ہے، انسان اللہ تعالیٰ کی شان خلاقی کا سب سے بڑا نمونہ ہے، قرآن مجید میں جہاں انسان کی تخلیق کو بتایا گیا ہے جس میں انسان کی پیدائش کی جو جسمانی نشو ونما (Bilogical Stages) کو بیان کیا گیا ہے وہ بیان کرنے کے بعد خود قرآن کا اعلان ہے: ''فتبارک اللہ احسن الخالقین'' (بابرکت ہے وہ ذات جو انتہائی خوبصورتی اور حسن و جمال کے ساتھ تخلیق کرتی ہے) گویا قرآن مجید نے انسان کی تخلیق کو خلاقیت کا اعلیٰ ترین اور حسین ترین نمونہ قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے ایسے خوبصورت، مکمل اور کامل جزو کو ڈیل (Deal) کرنے کے لئے ایک حسین ترین، مکمل ترین اور جامع اسوہ (Model) کی ضرورت ہے۔

حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سارے انسانوں کے لئے اسوہ:

چونکہ اللہ رب العزت ہی سارے انسانوں کا خالق و مالک ہے اور وہ انسانوں کی دنیا اور آخرت کی کامیابی و کامرانی کا خواہاں ہے، لہٰذا اس نے اپنے بندوں کی ہدایت اور راہنمائی کے لئے جس باکمال اور عظیم شخصیت کو اسوہ اور ماڈل بنایا ہے وہ احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہے۔ اللہ رب العزت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری و باطنی تمام کمالات سے مکمل طور پر آراستہ فرما کر دنیا میں بھیجا تا کہ آپ انسانوں کے سامنے ہر دور کے لئے اور زندگی کے ہر شعبہ کا عملی نمونہ پیش کر سکیں۔

اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

''لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ۔'' (الاحزاب:.....)

ترجمہ: ''بلاشبہ تمہارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں بہترین نمونہ ہے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قیامت تک کے لئے سارے انسانوں کے لئے اسوہ اور نمونہ ہیں اور آپ کے اقوال، افعال اور طرز زندگی سارے انسانوں کے لئے حجت اور مشعل راہ ہے، یہ اس لئے کہ آپ کی ذات ہی سب سے جامع اور مکمل ہے اور آپ ہی وہ رہنما اور رہبر ہیں جس نے ساری راہ کو اپنی عملی مثالوں سے روشن کر دیا، گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے ہاتھ میں اپنی عملی زندگی کی پوری گائیڈ بک دے دی جس کو لے کر ہر انسان ایک کامل اور مکمل زندگی گزار سکتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے اسوہ ہونے کی عقلی دلائل:

یہ دعویٰ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ساری انسانیت کے لئے اسوہ حسنہ اور رول ماڈل ہے اور آپ کی ہی اتباع میں سارے انسانوں کی کامیابی ہے، محض کسی عقیدت اور محبت کی وجہ سے

نہیں کہا جارہا ہے بلکہ یہ وہ حقیقت ہے جس کے پیچھے منطق، تاریخی ثبوت اور واضح دلائل موجود ہیں۔

یہاں کوئی یہ سوال کرسکتا ہے کہ دنیا میں بہت سی عظیم اور بڑی بڑی شخصیتیں پیدا ہوئیں جنہوں نے نئے مذاہب کی بنیاد رکھی اور انسانوں کی بڑی تعداد کی راہنمائی کا فریضہ انجام دیا، آج بھی لاکھوں اور کروڑوں کی تعداد میں ان کے پیروکار دنیا میں موجود ہیں۔ تو یہ کہنا کہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی تمام انسانوں کے لئے اسوہ اور نمونہ ہے، یہ دعویٰ کن بنیادوں پر کیا جارہا ہے۔

دیکھئے کسی بھی شخصیت کی زندگی کو نمونہ بنانے کے لئے اس کی زندگی میں چند شرائط کا پایا جانا ضروری ہے یعنی اگر کوئی شخصیت ان شرائط پر پوری اتر جائے تو اسے اسوہ اور نمونہ بنایا جاسکتا ہے، ان میں سے تین بنیادی اور ضروری شرائط ہیں:

۱:... **تاریخیت:** اس سے مراد یہ ہے کہ جس شخصیت کو سارے انسانوں کے لئے نمونہ اور رول ماڈل بنایا جارہا ہو، اس کا وجود تاریخی لحاظ سے ثابت شدہ ہو اور اس کی زندگی کا کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہ ہو۔

۲:... **جامعیت:** اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر طبقہ کے انسان کو اپنی زندگی گزارنے میں جن ہدایات اور راہنمائی کی ضرورت ہوتی ہے، وہ سب اس شخصیت میں موجود ہو۔

۳:... **عملیت:** اس سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی مذہب کا بانی یا شارع جن تعلیمات کو پیش کررہا ہے پہلے خود اس نے ان پر عمل کرکے دکھایا ہو اور خود اس کے عمل نے اس کی تعلیمات کو قابل عمل ثابت کیا ہو۔

ان تینوں شرائط کے معیار پر اگر تمام مذہبی شخصیات کی زندگیوں کو پرکھا جائے تو سوائے پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے کوئی بھی اس معیار پر پورا نہیں اترتا، اب ان تینوں شرائط کی روشنی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کو میں آپ حضرات کے سامنے تفصیل سے پیش کرتا ہوں۔

آپ ﷺ کی شخصیت کا تاریخی پہلو:

جیسا کہ ابھی میں نے عرض کیا کہ کسی بھی شخصیت کو اسوہ اور نمونہ بنانے کے لئے پہلی ضروری شرط تاریخیت ہے۔ تاریخی پہلو یا تاریخیت سے مراد یہ ہے کہ جس شخص کو سارے انسانوں کے لئے رول ماڈل بنایا جارہا ہو، اس کی زندگی کا کوئی گوشہ نظروں سے اوجھل نہ ہو اور اس کے جو سوانح اور حالات پیش کئے جائیں وہ تاریخ اور روایت کے لحاظ سے مستند ہوں یعنی ان کی زندگی کے تمام واقعات Authentic ہوں، ان کی حیثیت قصوں اور کہانیوں کی نہ ہو۔

اب اگر کسی بھی مذہب کے بانی کو اس معیار پر پرکھا جائے تو کوئی بھی اس معیار پر پورا نہیں اترتا مثلاً ہندو مذہب کے راہنماؤں میں سے کسی کو بھی تاریخی استناد حاصل نہیں، ان کی زندگی کے حالات کا کسی کو کچھ علم نہیں، ان میں سے بہت سے وہ ہیں جو مہا بھارت اور رامائن کے ہیرو ہیں، مگر ان کی زندگی کے حالات سے کوئی واقف نہیں، یہ بھی نہیں معلوم کہ یہ واقعات کس زمانہ اور کس دور میں پیش آئے، خود ہندو مذہب کے بڑے راہنماؤں میں واقعات کے بارے میں شدید اختلاف پایا جاتا ہے بلکہ یورپ کے بعض محققین تو ان کو فرضی داستان قرار دیتے ہیں۔ اسی طرح مجوسی مذہب کے بانی ''زرتشت'' کو آج بھی لاکھوں لوگ مانتے ہیں لیکن ان کی زندگی کے تفصیلی حالات کسی کو معلوم نہیں، وہ کہاں پیدا ہوئے؟ ان کا خاندان کون سا تھا؟ انہوں نے کن لوگوں میں اپنے مذہب کی تبلیغ کی؟ وہ کون سی زبان بولتے تھے؟ اور ان کی وفات کب ہوئی؟ وغیرہ ان سب کے بارے میں کوئی مستند اور Authentic معلومات موجود نہیں ہیں، یہاں تک کہ زرتشت کے تاریخی وجود ہی کو بہت سے لوگ تسلیم نہیں کرتے۔

ایشیا کا ایک وسیع مذہب ''بدھ مت'' ہے جو کبھی ہندوستان، چین، افغانستان اور ترکستان تک پھیلا ہوا تھا اور آج بھی برما، چین، جاپان اور تبت میں موجود ہے لیکن اتنے بڑے مذہب کے بانی (Founder) کی زندگی کے تفصیلی حالات موجود نہیں ہیں، بس اتنا معلوم ہے کہ وہ ایک راجہ کے گھر میں پیدا ہوئے اور حقیقت کی تلاش میں انہوں نے گھربار سب چھوڑ دیا، وہ جنگلوں اور پہاڑوں میں پھرتے رہے پھر انہیں حقیقت کا انکشاف ہوا، انہوں نے اپنے نئے مذہب کی تبلیغ کا کام کیا اور پھر اس دنیا سے رخصت ہوگئے، اس کے علاوہ ہم ان کے بارے میں زیادہ کچھ نہیں جانتے۔

اسی طرح گزشتہ انبیاء علیہم السلام کے بارے میں بھی تفصیلی معلومات دستیاب نہیں ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کے حالات کا توراۃ سے کچھ پتہ چلتا ہے مگر خود توراۃ کے مستند ہونے میں اختلاف ہے، انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا کے مصنف تسلیم کرتے ہیں کہ موجودہ توراۃ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہزار سال کے بعد لکھی گئی، ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ اس میں بہت ساری ملاوٹ ہوچکی ہے، اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات انجیل میں ملتے ہیں، مگر عیسائی حضرات بے شمار انجیلوں میں سے صرف چار کو تسلیم کرتے ہیں اور ان چار انجیلوں میں بھی شدید اختلاف ہے، یہی وجہ ہے کہ خود عیسائیوں میں یہ خیال پیدا ہونے لگا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بن مریم کوئی شخصیت تھے یا محض ذہنی اور دیومالائی وجود رکھتے ہیں، جیسا کہ برٹرینڈ رسل (Bertrand Russel) اور کئی دوسرے مغربی اہل علم کا خیال ہے، یہی بات

بہت سے مغربی اسکالر نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بھی کہی ہے کہ حضرت موسیٰ کوئی تاریخی شخصیت نہیں تھے بلکہ ان کا وجود محض دیومالائی کہانی ہے، اس شک کی وجہ صرف یہ ہے کہ ان شخصیات کے بارے میں معلومات کی سخت کمی ہے، اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ دیگر مذاہب کے بانیوں کے حالات زندگی موجود نہیں اور جو تھوڑی بہت معلومات ملتی ہیں وہ بھی غیر مستند(Unauthentic) ہیں۔

اب آیئے اس شرط کی روشنی میں ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا جائزہ لیں، دیگر مذہبی شخصیات کے برعکس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا معمولی سے معمولی گوشہ بھی محفوظ ہے، مسلمانوں نے اپنے پیغمبر کے ادنیٰ سے ادنیٰ حالات جس توجہ اور محنت سے جمع کئے ہیں، انسانی تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے، کسی قوم میں ایسا نہیں ہوا کہ ایک فرد کی زندگی کو محفوظ رکھنے کے لئے اس کے اقوال، اس کے اعمال، اس کا طرز عمل، اس کے عادات، اس کے خصائل، اس کے شمائل اور اس کی زندگی کے شب وروز کو اس طرح محفوظ کیا گیا اور اتنی گہرائی کے ساتھ بیان کیا گیا کہ انسان تصور نہیں کرسکتا، آپ کے ارشادات اور معمولات کو محفوظ رکھنے کے لئے چھ لاکھ لوگوں نے اپنا وقت صرف کیا، چھ لاکھ انسانوں نے زندگیاں اس طرح صرف کیں کہ انہوں نے اپنی زندگی میں کوئی اور کام نہیں کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات نہ صرف محفوظ ہیں بلکہ تحقیق کے اس اعلیٰ معیار پر ہیں کہ کوئی ان کا انکار نہیں کرسکتا، آپ کے اقوال، افعال اور زندگی کے حالات جن افراد کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں انہیں محدثین اور سیرت نگار کہا جاتا ہے، جب آپ کے تمام احوال کو جمع کرلیا گیا تو ان حضرات نے انسانی تاریخ میں پہلی بار وہ کارنامہ انجام دیا جسے دیکھ کر انسانی تاریخ دنگ رہ جاتی ہے، وہ یہ کہ جس کسی شخص نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات اور معمولات کے کسی حصہ کو بھی بیان کیا ان تمام راویوں کی زندگی کو بھی محفوظ کرلیا گیا، وہ کون لوگ تھے؟ کیسے تھے ان کے مشاغل کیا تھے، انہوں نے تعلیم کس سے حاصل کی؟ ان کا چال چلن کیسا تھا؟ سماج میں ان کا کیا مقام تھا؟ ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ ان تمام معلومات کو بھی جمع کرلیا اور ان تحقیقات کے ذریعہ سے وہ عظیم الشان فن وجود میں آیا جس کو ''اسماء الرجال'' کہا جاتا ہے۔

یہ ایک ایسا فن ہے کہ انسانی تاریخ میں کسی قوم نے ایسا فن ایجاد نہیں کیا بلکہ کسی کے ذہن میں اس کا تصور بھی نہیں آیا۔ مشہور جرمن اسکالر ڈاکٹر اسپرنگر (Springer) جنہوں نے حافظ ابن حجرؒ کی مشہور کتاب ''الاصابہ'' کو ایڈیٹ کرکے شائع کیا ہے، اس کے مقدمہ میں لکھتے ہیں: ''کوئی قوم دنیا میں ایسی نہیں گزری نہ آج موجود ہے جس نے مسلمانوں کی طرح ''اسماء الرجال'' کا عظیم الشان فن ایجاد ہو، جس کی بدولت آج پانچ لاکھ افراد کا حال معلوم ہوسکتا ہو۔''

محدثین اور سیرت نگاروں نے کس محنت اور جانفشانی سے اور کتنے مستند اور (Authentic) طریقہ سے یہ ذخیرہ ہم تک پہنچایا ہے، اگر میں اس کی تفصیل میں جاؤں تو بات لمبی ہوجائے گی، سردست صرف ایک مثال پیش کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔

ایک صحابی مدینہ منورہ میں رہتے تھے، ان کو پتہ چلا کہ ایک حدیث جو ان کو یاد تھی لیکن انہوں نے اسے کسی اور ذریعہ سے سنی تھی، ان کو پتہ چلا کہ ایک صحابی ہیں جو مصر میں رہتے ہیں، وہ مصر کے گورنر تھے اور انہوں نے اس حدیث کو براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے، انہوں نے ان صحابی سے اس حدیث کی تصدیق کے لئے مصر کا سفر کرنے کا ارادہ کیا، انہوں نے اونٹ سواری کے لئے لیا، مدینہ سے مصر کے لئے روانہ ہوئے، اب مدینہ سے مصر جانے کے لئے پہلے تبوک جانا پڑے گا، اس سے آگے خلیج عقبہ میں جانا پڑے گا، وہاں سے سنائی میں داخل ہونا پڑے گا، وہاں سے پھر فسطاط جہاں یہ گورنر رہتے تھے، یہ پہنچے وہاں، کسی سے گورنر کا گھر معلوم کیا، ان کے گھر گئے، دروازہ کھٹ کھٹایا، ملازم نکلا اس سے کہا گورنر کو بھیجو، کہنا میں مدینہ سے آیا ہوں، ملازم نے اندر جاکے ان گورنر صحابی کو اطلاع دی، وہ سمجھ گئے کہ میرا ہی کوئی دوست ہے وہ فوراً آئے، ان سے ملے پوچھا کیسے آنا ہوا؟ ان صحابی نے وہیں کھڑے کھڑے

ختم نبوت کانفرنس، رسول آباد ٹی

رسول آباد ٹی (ملک عبدالغفور حیدری) گزشتہ دنوں جامع محمدی مسجد رسول آباد ٹی میں ایک عظیم الشان ختم نبوت کانفرنس منعقد کی گئی، جس میں تلاوت کلام پاک حافظ قاری حبیب الرحمٰن ملک نے کی اور نعت عبدالعزیز راجپر نے پیش کی۔ اس موقع پر مولانا عبدالقدیر حقانی بالا اور مولانا عبدالجبار حیدری نے ختم نبوت پر تفصیلی بیان کیا اور سامعین کو قادیانیوں کا مکروہ چہرہ دکھایا۔ تمام سامعین سے وعدہ لیا کہ ہم ختم نبوت پر اپنی جان بھی قربان کردیں گے اور آخر میں مہمان خاص شہید ڈاکٹر خالد محمود سومروؒ کے فرزند حضرت مولانا خالد طارق محمود سومرو کا خطاب ہوا۔ محراب پور، ہالانی، ہنگورجہ، رانی پور، گاجی گوٹھ، خانواہن سے ملک عبدالغفور حیدری، حافظ سیف اللہ ملاح، مولانا سعید احمد گوندل، مولانا راشد آف گاجی گوٹھ اور کثیر تعداد میں ختم نبوت کے پروانوں نے شرکت کی۔ مولانا مسعود الرحمٰن میمن اور دوست احباب جامع محمدی مسجد رسول آباد ٹی نے انتظامی امور سرانجام دیئے۔

یافت کیا، میں نے سنا ہے کہ آپ کے پاس فلاں حدیث ہے اور آپ نے براہ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ حدیث سنی ہے۔ کہا؟ ہاں! سنی ہے، پوچھا کیا الفاظ تھے؟ ان صحابی نے کہا: میں بتاتا ہوں لیکن پہلے آپ اندر تو تشریف لائیں، انہوں نے کہا: نہیں میں بس اسی کام کے لئے مدینہ سے آیا ہوں، آپ مجھے بتائیں کہ اس حدیث کے الفاظ کیا ہیں؟ انہوں نے حدیث کے الفاظ سنائے، کہا: الحمدللہ! ان ہی الفاظ کے ساتھ مجھے بھی یہ حدیث پہنچی ہے، میں بس اس کی تصدیق کے لئے آپ کے پاس آیا تھا، السلام علیکم! گورنر صحابی نے بہت روکنے کی کوشش کی، لیکن انہوں نے کہا میں بس اسی کام کے لئے مدینہ سے آیا تھا، انہوں نے اپنے اونٹ کی باگ موڑی اور مدینہ واپس آ گئے۔ اس طرح کے بے شمار واقعات کتابوں میں محفوظ ہیں۔ ایک کتاب ہے ''الرحلة فی طلب الحدیث'' اس میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ ان حضرات نے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات، معمولات اور زندگی کے حالات کو جمع کرنے کے لئے کتنے اسفار کئے اور کتنی محنت، مشقت اور کتنے مستند طریقے سے یہ ذخیرہ ہم تک پہنچایا ہے۔ ان تفصیلات کو ملاحظہ فرمانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا تاریخی پہلو آپ حضرات کے سامنے آ گیا ہوگا، آپ دیکھ سکتے ہیں جتنے مستند طریقے سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہمارے سامنے آ گئے ہیں اتنا دوسری کسی بھی شخصیت کے حالات آج محفوظ نہیں ہیں، کسی بھی شخص کی زندگی کے حالات کو مستند طریقے پر محفوظ کرنے کے لئے جتنے بھی امکانی ذرائع اور طریقے انسانی دماغ میں ہو سکتے ہیں، محدثین اور سیرت نگاروں نے ان تمام طریقوں اور ذرائع کو اختیار کیا۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ نے خطبات مدراس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ریونڈ باسورتھ اسمتھ (R.Bosworth Smith) کی کتاب ''محمد اینڈ محمد ازم'' سے اس کی یہ بات نقل کی ہے، وہ کہتا ہے کہ: ''جو کچھ عام طور سے مذہب (ابتدا نامعلوم ہونے کی) نسبت صحیح ہے، وہی بدقسمتی سے ان تین مذہبوں اور بانیوں کی نسبت بھی صحیح ہے جن کو ہم کسی بہتر نام موجود نہ ہونے کے سبب سے تاریخی کہتے ہیں، ہم مذہب کے اولین اور ابتدائی کارکنوں کی نسبت بہت کم اور ان کی نسبت جنہوں نے ان کی محنتوں میں بعد کو اپنی محنتیں ملائیں شاید زیادہ جانتے ہیں، ہم زرتشت اور کنفیوشس کے متعلق جانتے ہیں۔ موسیٰ اور بودھ کے متعلق اس سے کم واقف ہیں جو ہم ایمبروس (Ambrose) اور سیزر کے متعلق جانتے ہیں، ہم درحقیقت عیسیٰ مسیح کی زندگی کے ٹکڑے میں سے ٹکڑا جانتے ہیں، ان تین برسوں کی حقیقت سے کون پردہ اٹھا سکتا ہے؟ جس نے تین سال کے لئے راستہ تیار کیا، جو کچھ ہم جانتے ہیں اس نے دنیا کی ایک تہائی کو زندہ کیا ہے اور شاید اور بہت زیادہ کرے، ایک آئیڈیل لائف جو بہت دور بھی ہے اور قریب بھی، ممکن بھی ہے اور ناممکن بھی، لیکن اس کے ابتدائی احباب، ان کے ساتھ ان کے تعلقات، ان کے روحانی مشن کے تدریجی طلوع یا یک بیک ظہور کی نسبت ہم کیا جانتے ہیں؟ ان کی نسبت کتنے سوالات ہم میں سے ہر ایک کے ذہن میں پیدا ہوتے ہیں جو ہمیشہ سوالات ہی رہیں گے۔ لیکن اسلام میں ہر چیز ممتاز ہے، یہاں دھندلا پن اور راز نہیں، ہم تاریخ رکھتے ہیں، ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق اس قدر جانتے ہیں جس قدر لیوتھر اور ملٹن کے متعلق جانتے ہیں، میتھالوجی، فرضی افسانے اور مافوق الفطرت واقعات ابتدائی عربی مصنفین میں نہیں ہیں یا اگر ہے تو وہ آسانی سے تاریخی واقعات سے الگ کئے جاسکتے ہیں، کوئی شخص یہاں نہ خود کو دھوکا دے سکتا ہے اور نہ دوسرے کو، یہاں پورے دن کی روشنی ہے جو ہر چیز پر پڑ رہی ہے اور ہر ایک تک پہنچ سکتی ہے۔''

تحفظ ختم نبوت اجلاس، شاہ فیصل ٹاؤن

کراچی (مولانا محمد اشفاق) ۱۴ر جنوری ۲۰۱۸ء بروز اتوار بعد نماز عشاء عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کراچی حلقہ شاہ فیصل ٹاؤن کے زیر اہتمام علماء کرام وائمہ مساجد کا اجلاس جامع مسجد محمدی شاہ فیصل کالونی نمبر ۲ میں منعقد ہوا۔ اجلاس کی صدارت جامعہ فاروقیہ کراچی کے شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد انور صاحب دامت برکاتہم نے فرمائی۔ اجلاس میں استاذ الحدیث حضرت مولانا نازر محمد صاحب، جامعہ حمادیہ کراچی کے استاذ الحدیث حضرت مولانا محمد صدیق صاحب، جامع امام ابوحنیفہ، مکہ مسجد کے استاذ الحدیث اور جامعہ صدیقیہ کے مہتمم حضرت مولانا شفیق الرحمٰن کشمیری صاحب، حضرت مولانا سلطان محمد صاحب، حضرت مولانا محب اللہ صاحب اور حضرت مولانا حارث صاحب سمیت علاقہ کے جید علماء کرام وائمہ مساجد نے شرکت کی۔ اجلاس تحفظ ختم نبوت کے حوالہ کے ملکی وعلاقائی صورت حال پر گفتگو ومشاورت کی گئی۔ اجلاس کے مہمان خصوصی عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کے مرکزی مبلغ حضرت مولانا قاضی احسان احمد صاحب تھے جبکہ مولانا محمد عادل غنی مبلغ ضلع کورنگی نے بھی شرکت کی۔ اجلاس میں اس حلقہ کے کارکنان کی کارکردگی، سابقہ کارگزاری اور آئندہ کے لائحہ عمل پر گفتگو کی گئی۔ حلقہ شاہ فیصل کالونی کے کارکنان، مولانا احسن نسیم صاحب، ارسلان مبین، انس ظفر، مولانا اسامہ اقبال اور دیگر احباب نے اجلاس کی کامیابی کے لئے خصوصی محنت کی۔ اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

دنیا میں بڑھتی افراتفری اور ہماری ذمہ داریاں

مولانا محمد اسرار الحق قاسمی

عہد حاضر میں جس تیزی کے ساتھ عالمی سطح پر افراتفری پھیل رہی ہے، وہ پوری دنیائے انسانیت کے لئے تشویشناک امر ہے، دنیا کے اکثر ممالک میں تباہی اور افراتفری کے مناظر کا پہلی نظر میں ہی مشاہدہ کیا جاسکتا ہے لیکن بعض ممالک ایسے ہیں جن میں بظاہر افراتفری و تباہی دکھائی نہیں دیتی ہے مگر جب گہرائی کے ساتھ جائزہ لیا جاتا ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ بھی اندر اندر تباہی کے راستے پر چل رہے ہیں۔

مثال کے طور پر فی زمانہ دنیائے انسانیت کو خطرناک لڑائیوں کا سامنا ہے، گزشتہ صدی میں دو عالمی جنگیں ہو چکی ہیں جن میں بڑے پیمانے پر جانی و مالی نقصان ہوا۔ ایک اندازے کے مطابق پہلی جنگ عظیم ۱۹۱۷ء میں تقریباً ۹۰ لاکھ لوگ ہلاک ہوئے۔ ۲ کروڑ ۲۰ لاکھ شدید زخمی ہوئے اور ۲ کروڑ ۵۰ لاکھ لوگ معذور ہوگئے، یہ مجموعی اعداد و شمار نہیں ہیں بلکہ میدانِ جنگ کے ہیں جو افراد اپنے شہروں، قصبوں اور گاؤں میں جنگ کے اثرات سے متاثر ہو کر جاں بحق ہوئے ان کی تعداد اور بھی زیادہ بتائی جاتی ہے، اس جنگ کے نتیجے میں لگ بھگ ۵۰ لاکھ عورتیں بیوہ ہوگئی تھیں، لاکھوں بچے یتیم اور لاکھوں عورتیں و بچے غائب ہوگئے تھے۔ دوسری جنگ عظیم کے نتائج اس سے بھی زیادہ خطرناک ثابت ہوئے، اس میں ہلاک ہونے والے فوجیوں اور عام لوگوں کی تعداد ایک اندازے کے مطابق ۵۴.۸ ملین تھی یعنی پہلی جنگ عظیم کے مقابلے میں چھ گنا زیادہ جس کے اعتبار سے اس جنگ کے نتیجے میں مرنے والوں کی تعداد کسی بھی صورت میں ۵ کروڑ سے کم نہیں بنتی۔ اس جنگ میں معذور ہونے والوں کی تعداد دو کروڑ تھی، واشنگٹن پوسٹ کی تحقیقی رپورٹ کے مطابق ۲۰ ویں صدی کی جنگوں میں ۱۰ کروڑ افراد ہلاک ہوئے۔

۲۱ ویں صدی کی شروعات بھی خوفناک واقعات اور جنگوں سے ہوئی ۱۱ ستمبر ۲۰۰۱ء کو امریکا کی دو فلک بوس عمارتیں مغویہ ہوائی جہازوں کے حملوں میں زمیں بوس ہوگئیں۔ جس کے نتیجے میں وہ دونوں بلند و بالا ٹاور خاکستر ہوگئے اور اس میں موجود ہزاروں افراد لقمۂ اجل بن گئے۔ یہ ایک ایسا واقعہ تھا جس نے پوری دنیا کو ہلا کر رکھ دیا، اس کے بعد یکے بعد دیگرے تیزی کے ساتھ جنگوں اور حملوں کا سلسلہ شروع ہوگیا۔ ۲۰۰۱ء میں ہی افغانستان پر چڑھائی کردی گئی اور اس وقت کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی۔ اس جنگ میں عوام بھی متاثر ہوئے اور بڑی تعداد میں افغانی باشندے موت کی نیند سوگئے۔ تصادم، مارکاٹ اور قتل و غارتگری کا یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ ۱۵ سال کے عرصے میں یقیناً افغانستان میں موت کی بہت بڑی جانی و مالی تباہی ہوئی۔ ۲۰۰۳ء میں عراق پر جنگ مسلط کردی گئی، چاروں طرف سے ناکہ بندی کر کے اس ملک کی صدام حکومت کو زیر و زبر کردیا گیا۔ دورانِ جنگ مرنے والوں کی تعداد اچھی خاصی تھی ہی لیکن جنگ کے بعد ہلاک ہونے والوں کی تعداد کتنے ہی گنا زیادہ ہے، یہ پورا ملک سخت تباہی سے دوچار ہوا ہے، بعض اندازوں کے مطابق ۲۰۰۳ء کے بعد سے اب تک عراق میں ۲۰ لاکھ سے زائد لوگ مارے جاچکے ہیں۔

افغانستان اور عراق کی طرح لیبیا میں خوفناک حالات بنے، وہاں انقلاب کے نام پر معمر قذافی کے اقتدار کا خاتمہ کردیا گیا اور اس کے نتیجے میں بے شمار لوگوں کو اپنی جانوں سے ہاتھ دھونا پڑا، وہاں عدم استحکام کی صورتِ حال ہنوز جاری ہے۔ تیونس میں بھی اسی طرح کے حالات سامنے آئے۔

مصر میں افراتفری کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پہلے وہاں حسنی مبارک کے اقتدار کا خاتمہ ہوا، نئے صدر محمد مرسی عوامی رائے سے منتخب ہوئے لیکن مصر کی فوج حسنی مبارک کے گروپ اور مغربی ممالک کو محمد مرسی ایک آنکھ نہیں بھائے، چنانچہ فوج نے بغاوت کردی، ایک خوفناک لڑائی ہوئی، بڑی مقدار میں انسانی خون بہا، محمد مرسی کو گرفتار کرلیا گیا، اس کے بعد محمد فتح السیسی کے ہاتھوں میں اقتدار دے دیا گیا جو بڑا تشدد اور سخت واقعہ ہوا، مصر میں سخت نازک حالات ابھی بھی برقرار ہیں اور آئے دن مصری عوام باہمی تصادم اور جھڑپوں کے سبب ہلاک ہورہے ہیں، اگر بات ملک شام کی کی جائے تو یہاں صورت حال اور زیادہ ابتر ہے۔ پانچ سال سے زائد عرصہ بیت چکا ہے، مگر وہاں حکومت اور عوام کے مابین جاری تصادم میں کوئی کمی واقع نہیں ہورہی ہے۔ اب تک کئی لاکھ لوگ شام میں لقمۂ اجل بن چکے ہیں، یہ تو

چند ممالک کے حالات ہیں۔ اگر اسی طرح سے اور بھی ملکوں میں پھیلی بدامنی اور افراتفری کا جائزہ لیا جائے تو وہاں بھی باہمی لڑائیوں میں روز بروز انسانی جانیں تباہ ہو چکی ہیں، سیاسی حالات جس تیزی کے ساتھ بگڑ رہے ہیں، اس صورت حال کو دیکھتے ہوئے بعض مبصرین نے تو تیسری عالمی جنگ کے خدشات ظاہر کردیے ہیں، اگر خدانخواستہ اب تیسری عالمی جنگ ہوئی تو انسانوں کا کتنا بڑا نقصان ہوگا؟ سابقہ عالمی جنگوں اور موجودہ حالات کو پیش نظر رکھ کر اس کا بخوبی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔

دنیا کے حالات اس طور پر بھی بہت زیادہ خراب ہوچکے ہیں کہ دنیا میں مادیت اور روحانیت کے درمیان توازن بگڑ گیا ہے۔ عوام الناس کا سارا زور مادیت پر ہو گیا ہے، آج لوگ مال دار بننے کی خواہش رکھتے ہیں، وہ چاہتے ہیں کہ ان کے پاس جائیداد ہو، بینک بیلنس ہو، گاڑیاں ہوں، بڑے اور آراستہ مکانات ہوں اور عیش و مستی کرنے کے لئے ڈھیر سارے وسائل و ذرائع ہوں، اپنی اس خواہش کی تکمیل کے لئے وہ شب و روز ایک کررہے ہیں، انہیں نہ دن میں چین ہے اور نہ رات میں سکون، رات دن ایک کرنے کے باوجود بھی بہت سے اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو پارہے ہیں، ان کی معیشت مضبوط نہیں ہو پارہی ہے، ان کے پاس بینک بیلنس نہیں بن پارہا ہے، یہاں تک کہ ان کی اپنی احتیاجات بھی پوری نہیں ہو پارہی ہیں، مکان بنانے کی ضرورت، دو وقت کے کھانے کی ضرورت اور بچوں کی شادیوں کی ضرورت ان کی کمر کو توڑے ڈال رہی ہے، ایسے لوگ نہایت پریشان ہیں، بے چینی کی زندگی گزار رہے ہیں، کتنے لوگ اپنی ناکامی کے باعث ڈپریشن کے شکار ہو چکے ہیں، کتنے لوگ اپنی احتیاجات کو دیکھتے ہوئے صبر کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیتے ہیں اور غلط راستے اختیار کررہے ہیں، ایسی صورت میں وہ اپنے لئے بھی خطرناک ثابت ہوتے ہیں اور دوسروں کے لئے بھی۔

مال و دولت کی بڑھتی خواہش کے باعث بہت سے لوگ ایمانداری اور دیانت داری کا سبق بھول گئے ہیں اور وہ زیادہ سے زیادہ کمانے کے لئے خطرناک ہتھکنڈے استعمال کررہے ہیں، کتنے لوگ ایسے ہیں جو نشہ آور اشیاء کی خرید و فروخت کرکے اپنی تجوریاں بھر رہے ہیں مگر دوسروں کی زندگیوں سے کھلواڑ کررہے ہیں، بعض لوگ جرائم، بدعنوانی اور رشوت خوری کے ذریعہ دوسروں کے حقوق غصب کر رہے ہیں، کرپشن اور بدعنوانی کی جہاں تک بات ہے تو آج اس میں کوئی ایک طبقہ ملوث نہیں ہے بلکہ چھوٹے بڑے سب ہی طبقات ملوث نظر آتے ہیں۔ اشیائے خوردنی میں ملاوٹ اور وہ بھی خطرناک کیمیکل کی ملاوٹ کے واقعات سامنے آرہے ہیں، سبزیوں کی ملاوٹ نے بھی انسانی زندگی کو دوبھر کردیا ہے، کسان زیادہ کمانے کے لئے ہائی برِیڈ سبزیاں تیار کررہے ہیں جو انسانوں کے لئے بڑی خطرناک ثابت ہورہی ہیں گویا کہ مادی سطح پر انسان بہت حد تک بگڑ چکا ہے۔

روحانی لحاظ سے جب آج کے انسان کا جائزہ لیا جاتا ہے تو وہ اس میدان میں بڑا لٹا پٹا دکھائی دیتا ہے، لوگوں کے درمیان سے دور حاضر میں روحانیت ختم سی ہوگئی ہے، بہت سے لوگ تو روحانیت کے معانی و مفاہیم تک سے واقف نہیں، حالانکہ روحانیت کو انسانی زندگی میں بہت بڑا دخل ہے، روح کے بغیر انسانی زندگی کا تصور محال ہے، روح کے اطمینان کے بنا انسان کی زندگی میں سکون کا گزر نہیں ہوتا، روحانیت انسان کو معتدل بناتی ہے، گناہوں اور بدعنوانیوں سے نجات دلاتی ہے اور انسان کو اس کا فرض منصبی یاد دلاتی ہے۔

اسی لئے مفکرین نے کہا ہے کہ دنیا میں روحانیت اور مادیت کے درمیان توازن ضروری ہے، ان میں سے کسی ایک کو بھی نظر انداز کرنے میں بڑا نقصان ہے۔ روحانیت سے انسانی اقدار کے چشمے پھوٹتے ہیں، انسان بااخلاق و باکردار بنتا ہے اور اپنے لئے بھی بہتر ثابت ہوتا ہے اور دوسروں کے لئے بھی بہتر ثابت ہوتا ہے، اس کے علاوہ اور بھی بہت سے گوشے ایسے ہیں جن کے اعتبار سے دور حاضر کے انسان کی زندگی کا جائزہ لینے کے بعد محسوس ہوتا ہے کہ حقیقت یہی ہے کہ موجودہ دور میں انسان خسارے میں ہے اور ہر طرف سے تباہی و بربادی کے درمیان گھرتا چلا جارہا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

”ظہر الفساد فی البر والبحر بما کسبت ایدی الناس۔“ (سورۃ الروم)

ترجمہ: ”خشکی و تری میں لوگوں کے اعمال کے سبب فساد برپا ہوگیا۔“

دنیائے انسانیت کو تباہی و افراتفری سے بچانے کے لئے دنیوی نظام ناکام ثابت ہوچکے ہیں، بڑے بڑے مفکرین نے انسانوں کو مختلف نظریات دیے لیکن وہ بھی ناکام ہوچکے ہیں۔ دراصل اس وقت انسان کو خدائی نظام و قانون کی ضرورت ہے۔ خدائی احکامات و نواہی کی ضرورت ہے۔ اس اعتبار سے دیکھا جائے تو روئے زمین پر فی الوقت اسلام ایک ایسا دین نظر آتا ہے جو انسانوں کی صحیح راہنمائی کرسکتا اور عوام الناس کو تباہی و بربادی سے بچاسکتا ہے، کیونکہ وہ کسی بھی طرح کی ترمیم و تبدیلی سے محفوظ ہے۔ جب کہ دوسرے مذاہب تبدیلی و تحریف کے شکار ہوچکے ہیں جس کے باعث وہ انسانوں کی مکمل راہنمائی کا فریضہ انجام نہیں دے سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی

جانب سے نازل ہونے والی کتابوں میں قرآن کریم محفوظ بھی ہے اور انسانوں کی راہبری کے لئے مکمل و جامع بھی ہے۔ قرآن کریم کی حفاظت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون۔'' (القرآن)

ترجمہ: ''ہم نے ہی قرآن کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔''

ظاہر ہے کہ جس کی حفاظت باری تعالیٰ خود لے رہا ہے، اس کو کوئی کیسے بدل سکتا ہے یا مٹا سکتا ہے، دین اسلام کی جامعیت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

''الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام دینا'' (القرآن)

ترجمہ: ''آج میں نے تمہارے لئے دین کو مکمل کردیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کردی اور اسلام کو دین کے طور پر پسند کرلیا۔''

معلوم ہوا کہ دین اسلام انسانوں کی فلاح یابی وکامیابی کے لئے ناگزیر ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ کی احادیث کا بھی بہت بڑا ذخیرہ مسلمانوں کے پاس محفوظ ہے، گویا کہ اس دنیا میں مسلمان ایک ایسی قوم ہے جو پوری بنی نوع انسان کے لئے مفید ثابت ہوسکتی ہے۔ قرآن کی اس آیت ''کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر ''میں صاف کہا گیا ہے کہ امت مسلمہ بہترین امت ہے، اسے لوگوں کے لئے اٹھایا گیا ہے، اس کا کام اچھائی کا حکم کرنا اور بُرائی سے روکنا ہے یعنی دنیا میں دوسری قوموں کی راہبری کا فریضہ بھی انجام دینا ہے۔

اب غور کرنے کا مقام یہ ہے کہ کیا مسلمان اپنے اس فریضہ کو انجام دے رہے ہیں؟ اور وہ دوسروں کے لئے کوئی کردار ادا کر پارہے ہیں، فی زمانہ مسلمانوں کی صورت حال یہ ہے کہ وہ بے اثر ہوگئے ہیں اور اپنے فرائض منصبی سے غافل ہوکر زندگی گزارر ہے ہیں اور فی الوقت وہ اس پوزیشن میں بھی نظر نہیں آتے کہ دوسروں کی راہبری کا کام کریں، کیونکہ مسلمانوں کی اکثریت خود خدائی نظام سے دور ہے اور اسلام کے مطابق کما حقہ زندگی نہیں گزارتی، بہت سے مسلمان اسلامی تعلیمات سے بھی واقف نہیں، ایسے میں وہ کیسے اپنے لئے اور دوسروں کے لئے بہتر ثابت ہوسکتا ہے؟ مسلمانوں کی رہبری چونکہ دنیا کو حاصل نہیں اور لوگ ان کے کردار سے محروم ہیں، اس لئے دن بدن بدترین حالا ت سے دوچار ہوتے جارہے ہیں۔

تاریخ گواہ ہے کہ جب مسلمانوں کی رہبری دنیا کو حاصل تھی تو دنیا کے لوگوں نے بہت کچھ پایا مگر جب دنیا پر مسلمانوں کا اثر نہ رہا تو ساری دنیا تباہی کے راستے پر چل پڑی، ایسے میں مسلمانوں پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے آپ کو دین کے مطابق ڈھالیں۔ اسلامی تعلیمات سے واقف ہوں، قرآن کریم پر عمل کریں، رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات مبارکہ کو اپنے لئے نمونہ بنائیں اور تعمیری کردار پیش کریں، یہ یاد رکھیں کہ اگر انہوں نے اپنے آپ کو اسلام کا پابند نہیں بنایا اور دنیا کی فکر نہ کی تو اس سے ان کا اپنا بھی نقصان ہوگا اور دنیائے انسانیت کو بھی خسارے سے دوچار ہونا پڑے گا۔

تاریخ سے ثابت ہے کہ جب دنیا پر مسلمانوں کے اثرات تھے تو دنیا میں امن وامان کی ہوائیں چل رہی تھیں اور دنیا کے لوگ زندگی کے مختلف شعبوں میں ترقی کررہے تھے، مگر جب دنیا میں مسلمانوں کے اثرات نہ رہے تو دنیا کو بڑے خسارے سے دوچار ہونا پڑا، بہت سے شعبوں میں دنیا کے لوگ پچھڑ گئے، جس کے باعث انسانی زندگی غیر متوازن ہوکر رہ گئی اور اس کے نتائج آج ہمارے سامنے ہیں، یہ حالات اس بات کے متقاضی ہیں کہ دنیا میں اسلام کی روشنی کو پھیلایا جائے اور انسانی زندگی کے فائدے کے لئے مخلصانہ کوششیں کی جائیں، مسلمان اگر اپنے دینی سرمایہ کے ذریعہ انسانیت کی خدمت کرنا چاہیں تو وہ یقیناً بڑے پیمانہ پر پوری بنی نوع انسان کی خدمت انجام دے سکیں گے۔ کاش! مسلمان اپنی اس ذمہ داری کو محسوس کریں اور تمام دنیا کے لئے بہتر ثابت ہوں۔

☆☆..........☆☆

مولانا غلام حسین کو صدمہ

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت جھنگ کے مبلغ مولانا غلام حسین مدظلہ کی ہمشیرہ محترمہ ۶رجنوری ۲۰۱۸ء کو انتقال کرگئیں۔ مرحومہ ایک عرصہ سے کینسر کی مریضہ چلی آرہی تھیں۔ ایک ماہ تک لاہور کے میو ہسپتال میں زیر علاج رہیں: ''مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی'' تا آنکہ وقت موعود آن پہنچا اور مرحومہ نے جان جان آفریں کے سپرد کی۔ مرحومہ صوم وصلوٰۃ کی پابند تھیں۔ اسی روز عصر کی نماز کے بعد مولانا غلام حسین کی اقتداء میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔

۷رجنوری ۲۰۱۸ء مولانا غلام مصطفیٰ چناب نگر کی معیت میں مولانا کے ہاں حاضری ہوئی اور مرحومہ کی مغفرت اور رفع درجات کی دعا کی گئی۔ اللہ پاک مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت الفردوس نصیب فرمائیں اور مولانا سمیت تمام پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین یا الٰہ العالمین۔

مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی

کوئی نسبت تو ہوئی رحمت عالم ﷺ سے مجھے!

مولانا محمد شفیع چترالی

دنیا میں خیر وشر اور حق و باطل کی معرکہ آرائی ابتدائے آفرینش سے جاری ہے اور اللہ کی زمین کسی بھی دور میں ایسے لوگوں سے خالی نہیں رہی جو سچائی کی جنگ لڑتے، حق پر قائم رہتے اور باطل سے دو دو ہاتھ کرتے ہیں۔ دوسری جانب ایسے لوگ بھی روئے زمین پر ہمیشہ وافر مقدار میں پائے جاتے رہے ہیں جو طاغوت پر ایمان رکھتے، کفر وشرک پر اڑتے اور حق والوں سے ستیزہ کاری کو اپنا شعار بنالیتے ہیں۔

اقبال کا شعر ہے تو بہت مشہور لیکن اس کی معنویت کی گہرائی اسے ہر دم تازہ و تابندہ رکھتی ہے کہ:

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفویؐ سے شرار بولہبی

آج کی دنیا کے منظر نامے پر اگر ایک نظر دوڑائی جائے تو ایسا لگتا ہے کہ چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی کی ستیزہ کاری اس وقت کی سب سے بڑی عالمی حقیقت ہے۔ گزشتہ صدی کے نصف آخر میں مغربی سرمایہ داریت اور روسی اشتراکیت کی کشمکش دنیا کی سب سے بڑی معرکہ آرائی قرار پائی اور دنیا کے خطیر وسائل اس جنگ میں جھونکے گئے جبکہ سرد جنگ کے خاتمے کے بعد رواں صدی کے آغاز سے پہلے ہی یہ بات طے کر لی گئی تھی کہ نئی صدی میں مغربی سرمایہ داریت کا ہدف اسلام کا ''خطرہ'' ہوگا۔

عالمی طاقتوں نے اس مقصد کے لئے جہاں عراق اور افغانستان سمیت دنیا کے مختلف حصوں میں بودے بہانوں سے گرم محاذ کھولے اور لاکھوں مسلمانوں کو تہہ تیغ کیا، وہیں ساتھ میں نظریاتی جنگ کے لئے ابلاغی ہتھیاروں کو بھر پور طریقے سے بروکار لانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسلام سے متعلق تشکیک پھیلانے اور مسلم معاشروں کو اسلامی تعلیمات سے برگشتہ کرنے کے لئے مختلف حربے بروئے کار لائے جانے لگے۔

ان میں سے سب سے خطرناک حربہ مسلمانوں کی محبتوں اور عقیدتوں کے مرکز ومنبع محسن انسانیت حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات والا صفات پر رکیک حملے کر کے امت مسلمہ کے قلب وجگر کو چھلنی کرنے کا حربہ تھا۔ مغرب جانتا ہے کہ حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت وعقیدت دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے درمیان بائینڈنگ فورس ہے اور آپ کے ساتھ مسلمانوں کا رشتہ کمزور پڑ گیا تو اس کے لئے اپنے عزائم کی تکمیل آسان ہو جائے گی۔

چنانچہ ایک سوچی سمجھی حکمت عملی کے تحت مغربی اخبارات و جرائد میں توہین آمیز خاکے اور مضامین شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا گیا اور جب مسلمانوں نے اس ناپاک جسارت کے خلاف احتجاج شروع کیا اور عالمی قوتوں سے اس دریدہ دہنی کو روکنے کا مطالبہ کیا تو مسلمانوں کے اس احتجاج کو ''انتہا پسندی'' جبکہ توہین رسالت کی ناپاک کوششوں کو ''آزادی اظہار'' کا حق باور کرانے کی کوشش کی گئی۔

تنگ آمد بجنگ آمد کے مصداق چند مسلمان نوجوانوں نے خاکے شائع کرنے والے جرائد کے دفاتر پر حملے کئے تو باوجود اس کے اسلامی دنیا کے ذمہ دار ممالک اور شخصیات نے ان حملوں کی مذمت کی، اگلے ہی روز 40 مغربی ممالک کے سربراہان ہنگامی بنیاد پر جمع ہو کر توہین رسالت کے مجرموں کے ساتھ کھڑے ہو گئے اور یہ پیغام دے دیا کہ انہیں دنیا کے ڈیڑھ ارب مسلمانوں کے مجروح جذبات واحساسات کی کوئی پروا نہیں ہے اور درحقیقت وہی چراغ مصطفوی کے مقابلے میں شرار بولہبی کو بھڑکانے والے ہیں۔

ان قوتوں نے اسی پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ پاکستان سمیت ان اسلامی ممالک پر جہاں توہین رسالت جرم ہے، دباؤ ڈالنا شروع کر دیا کہ وہ انسداد توہین رسالت کے قوانین کو ختم کر کے ناموس رسالت کے خلاف دریدہ دہنی کے لئے میدان ہموار کریں تاکہ وہ اپنے پیادوں کو اس میدان میں اتار سکیں۔ یہ کوششیں تو زیادہ کامیاب نہ ہو سکیں تاہم دوسری جانب رواں عشرے کے آغاز پر سوشل میڈیا کی صورت میں مغرب کو ایک نیا ہتھیار میسر آ گیا، اس ہتھیار کو استعمال کرنا اس لئے آسان ٹھہرا کہ اس کے ذریعے چھپ کر وار کیا جا سکتا ہے۔

چنانچہ ایک وقت ایسا آیا جب پاکستان جیسے ملک میں جہاں 98 فیصد آبادی مسلمان ہے اور نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت بھی رکھتی ہے، سوشل میڈیا کے ذریعے انتہائی غلیظ اور نجس پروپیگنڈے کا آغاز کیا گیا۔ اس پروپیگنڈے نے ہر کلمہ گو پاکستانی کو شدید ذہنی کرب اور اذیت میں مبتلا کردیا، مختلف دینی جماعتوں، عوامی حلقوں اور تمام طبقات نے اپنی اپنی سطح پر اس سلسلے میں احتجاج کیا لیکن افسوس کہ ہمارے حکمرانوں نے اپنی ذمہ داریوں کا بروقت ادراک نہیں کیا اور بہت دنوں تک پاکستانی قوم دکھ اور بے بسی کی کیفیت میں مبتلا رہی۔

مگر یہ اس قوم کی خوش قسمتی ہے کہ اس کے ایک بیٹے نے باطل کے اس زہریلے وار کا موثر جواب دینے کی ٹھانی اور اپنی ایمانی حمیت، قانونی بصیرت اور اپنے منصب کی طاقت کا پورا پورا استعمال کرتے ہوئے شرار بولہبی کی جڑوں پر ایسی روک لگادی ہے کہ ان شاء اللہ العزیز! یہ اب کم از کم پاکستان میں چراغ مصطفوی سے ستیزہ کاری میں کوئی تیزی نہیں دکھا سکیں گی۔

میری مراد عزت مآب جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی صاحب سے ہے جنہوں نے سوشل میڈیا پر توہین رسالت کے مقدمے میں انتہائی جرأت مندانہ اور تاریخی فیصلہ جاری کرکے پوری پاکستانی قوم کی طرف سے فرض کفایہ ادا کیا ہے۔ جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی نے اس مقدمے کی سماعت کے دوران جس طرح تمام متعلقہ سرکاری اداروں کے افسران کے ایمان وغیرت کو جھنجھوڑا اور سوشل میڈیا پر توہین رسالت کے سدباب کے لئے جو احکامات جاری کئے، اس سے پاکستان کے بیس کروڑ مسلمانوں کو ایک ڈھارس ملی کہ پاکستان کے ریاستی اداروں میں ایسے لوگ موجود ہیں جن کی بدولت ہم اپنے اداروں پر فخر اور اعتماد کرسکتے ہیں۔

جسٹس شوکت عزیز صدیقی کا یہ فیصلہ اب کتابی شکل میں شائع ہوچکا ہے اور راقم اسے اپنی خوش قسمتی سمجھتا ہے کہ جسٹس صاحب کے دستخط کے ساتھ یہ کتاب بندہ کے بھی نظر نواز ہوئی ہے۔ بندہ نے بہت سے پینٹ کوٹ والے حضرات کو علماء اور بزرگان دین سے انتہائی عقیدت وانکساری سے ملتے اور ان کی دست بوسی کرتے دیکھا ہے، گزشتہ دنوں اس کے برعکس ایک نجی تقریب میں بڑے بڑے علماء کو پینٹ کوٹ میں ملبوس جسٹس شوکت عزیز سے دینی عقیدت سے ملتے اور ان پر عقیدتوں کے پھول نچھاور کرتے دیکھا اور زبان پر بے اختیار یہ آیت آگئی کہ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

جناب جسٹس شوکت عزیز صدیقی کا یہ فیصلہ ایک جانب ان کی جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے بے پناہ محبت وعقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے اور اس کے ایک لفظ اور پیرے میں حب نبوی کے کوثر وتسنیم کی آب وتاب جھلکتی ہے تو دوسری جانب یہ بین الاقوامی اور ملکی قوانین پر ان کی زبردست دست رس کی بھی گواہی دیتا ہے۔ جسٹس صدیقی نے اپنے اس فیصلے میں جہاں قرآن وسنت کے دلائل و براہین، اسلامی تاریخ اور فقہ کے نظائر اور نامور مسلم مفکرین وعلماء کی آراء سے انسداد توہین رسالت کے اسلامی احکام کو الم نشرح کردیا ہے، وہیں ساتھ میں اقوام متحدہ کے چارٹر، بین الاقوامی قوانین، مغربی و یورپی ممالک کے عدالتی فیصلوں اور رائج دساتیر کے نظائر سے ان تمام اشکالات وشبہات کا مدلل اور مسکت جواب دیا ہے جو آزادیٔ اظہار اور تحفظ افکار کے نام پر پھیلائے جارہے ہیں۔

جسٹس صاحب نے ناقابل تردید دلائل سے ثابت کیا ہے کہ دنیا کے کسی قانون اور ضابطے میں ''اظہار کی آزادی'' اور ''اظہار کی ذمہ داری'' کو الگ الگ نہیں کیا گیا۔ جسٹس صاحب کے اس فیصلے پر اگر مختصر تبصرہ کیا جائے تو یہ ناموس رسالت کے تحفظ کے سلسلے میں مسلمانوں کے علمی ورثے کا خلاصہ اور نچوڑ ہے اور اس کی سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ محض ایک تحقیق یا تصنیف نہیں بلکہ باقاعدہ ایک قانونی دستاویز ہے۔

گویا جسٹس صاحب نے اس مسئلے پر امت مسلمہ کے موقف پر عدالتی مہر ثبت کردی ہے اور اپنے سچے اور کھرے ''صدیقی'' ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ جسٹس صاحب نے اس فیصلے میں ملک میں توہین رسالت کے سدباب کے لئے بہترین سفارشات پیش کی ہیں، توہین رسالت کے جھوٹے مقدمات قائم کرنے کی روک تھام کے لئے انہوں نے تجاویز دی ہیں جن پر غور کیا جانا چاہئے۔ مولانا مفتی محمد تقی عثمانی نے فیصلے کی کتاب پر مختصر اور جامع تقریظ لکھی ہے جبکہ دیگر کئی علماء اور مذہبی راہنماؤں کی فیصلے سے متعلق تحریریں کتاب کا حصہ ہیں۔

کتاب میں شامل عرفان صدیقی کی تحریر اور ختم نبوت سے متعلق پارلیمنٹ میں ذوالفقار علی بھٹو کی تقریر بھی پڑھنے کی چیز ہے۔

جسٹس صاحب نے فیصلے کا آغاز قرآن مجید اور احادیث مبارکہ کے حوالوں اور اختتام علامہ ابن تیمیہؒ کی شہرہ آفاق ''الصارم المسلول علیٰ شاتم الرسول'' کے اقتباس سے کیا ہے اور آخر میں اپنے جذبات کی ترجمانی ان اشعار سے کی ہے:

میں نہ زاہد، نہ مجاہد، نہ مفسر نہ حکیم
میری دولت دل شرمندۂ عصیاں ہی سہی
کوئی نسبت تو ہوئی رحمت عالمؐ سے مجھے
آخری صف کا میں ادنیٰ سا مسلماں ہی سہی

(روزنامہ اسلام کراچی، ۱۲رجنوری ۲۰۱۸ء)

پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

دوستوں اور ہم عصروں کے ساتھ

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

انسان عام طور پر اپنے بزرگوں سے جھک کر ملتا اور تواضع اختیار کرتا ہے، اکثر اس جھکاؤ اور بچھاؤ میں مذہب، زبان اور علاقہ کا فرق بھی رکاوٹ نہیں بنتا، اسی طرح انسان چھوٹوں اور بچوں کے ساتھ شفقت اور پیار سے پیش آتا ہے، اس میں بھی مذہب، علاقہ، زبان کا کوئی فرق نہیں ہوتا، یہ انسانی فطرت کا حصہ ہے، جیسے پھول کو دیکھ کر انسان کو اس کو دیکھنے اور سونگھنے کی رغبت ہوتی ہے؛ اسی طرح بچوں کو دیکھ کر دل میں شفقت کا جذبہ ابھرتا ہے اور اس سے پیار کرنے کو دل چاہتا ہے، مگر انسان کے برتاؤ اور مزاج کا امتحان اس وقت ہوتا ہے، جب وہ اپنے دوستوں اور ساتھیوں کے ساتھ ہو، بالخصوص ایسی صورت میں جب کہ اللہ نے اس کو اپنے ہم عمروں اور ہم عصروں کے مقابلہ میں بلند مقام و مرتبہ سے نواز دیا ہو، جو لوگ کم ظرف ہوتے ہیں، وہ ایسے مواقع کو اپنی بڑائی کے اظہار اور دوسروں کو نیچا دکھانے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ طیبہ جہاں زندگی کے دوسرے پہلوؤں میں بہترین اسوہ ہے؛ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے یہاں دوستوں کے ساتھ سلوک و برتاؤ کے سلسلہ میں بھی بہترین رہنمائی موجود ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سے محبت کا اظہار کرتے، ان کی خوبیوں کا اعتراف فرماتے، ان کے خصوصی وصف اور امتیازی مقام کو برسرِعام بیان کرتے، جیسے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ کے بارے میں فرمایا کہ یہ اہل زمین میں میرے وزیر ہیں: ''وامـا وزيـرای مـن اهـل الارض فـابـو بـکـر و عـمـر'' (سنن ترمذی، حدیث نمبر: ۳۶۸۰) حضرت عثمان غنیؓ کے بارے میں فرمایا کہ وہ سب سے زیادہ حیاء کرنے والے ہیں: ''احیاهـم عـثـمـان'' (کـنـز الـعـمـال، حدیث نمبر: ۱۲۱۳۳) حضرت علیؓ کے بارے میں ارشاد ہوا کہ میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے: ''انا مدينة العلم وعلی بابها'' (المعجم الـکـبـیـر ،حدیث نمبر: ۱۱۰۶۱) حضرت زبیر بن عوامؓ کو اپنا حواری قرار دیا۔ (صـحـیـح البخاری، کتاب الـجـهـاد، حدیث نمبر: ۲۸۴۷) حضرت حذیفہ بن یمانؓ کو اپنا محرمِ راز بنایا۔ (صحیح البخاری، باب مـنـاقـب عـمـار و حذیفہ، حدیث نمبر: ۳۷۴۳) حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ کو امین امت کہا۔ (صـحـیـح البخاری، باب قصة اهل نجران، حدیث نمبر: ۴۳۸۰) حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے بارے میں فرمایا کہ جو بات ان کو پسند ہے میں نے بھی اس کو اپنی امت کے لئے پسند کیا: ''رضیت لامتی مـا رضـی لـهـا ابـن ام عـبـد'' (مستدرک حاکم: ۳۱۷/۳) اس طرح کے توقیر و احترام کے بہت سے الفاظ ہیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے مختلف رفقاء کے لئے ارشاد فرمائے ہیں، اس سے سبق ملتا ہے کہ ایک مسلمان کے اندر اپنے ہم عصروں کی خوبیوں، صلاحیتوں اور کارناموں کے اعتراف کا جذبہ ہونا چاہیے؛ البتہ یہ ضرور ہے کہ اس میں مبالغہ نہ ہو، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر اور اشرف الانبیاء ہیں، اس کے باوجود آپ نے خود اپنے بارے میں مبالغہ کرنے سے منع فرمایا، آپ نے فرمایا: تم میری تعریف میں اس طرح کا مبالغہ نہیں کرنا، جو عیسائیوں نے عیسیٰ ابن مریم کے بارے میں کیا تھا، حقیقت یہ ہے کہ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔ (صـحـیـح الـبـخـاری، عن ابن عباس، بـاب قـول الـلّـه واذکـر فـی الکتاب مریم، حدیث نمبر: ۳۴۴۵)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے رفقاء سے گہرا رابطہ رکھتے تھے، ایسا تعلق ہوتا جیسے گھر کے افراد کا ایک دوسرے سے ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا برتاؤ ایسا دل موہ لینے والا ہوتا تھا کہ ہر ساتھی کو گمان ہوتا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ محبت مجھ ہی سے ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نسبتاً نو عمر صحابی حضرت عبداللہ بجلیؓ کا بیان ہے کہ آپ جب بھی ان کو دیکھتے تبسم فرماتے، یہاں تک کہ ان کو خیال ہوگیا کہ آپ ان کو تمام صحابہ میں سب سے زیادہ محبوب رکھتے ہیں؛ چناں چہ انہوں نے یہ بات آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ ہی لی کہ آپ کو سب سے زیادہ محبت کس سے ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ابوبکر سے۔ (کـنـز الـعـمـال: ۱۲۳/۱۳، حدیث نمبر: ۳۶۴۳۶) اسی دوستانہ رفاقت کا اثر تھا کہ آپ اپنے رفقاء کے ساتھ کھانے پینے میں شریک رہتے، حضرت

جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ میں اپنے گھر میں بیٹھا ہوا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا میرے پاس سے گذر ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اشارہ کیا، میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ گیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا ہاتھ تھام لیا، ہم دونوں چلے، یہاں تک کہ بعض ازواج مطہرات کے حجرہ کے پاس تشریف لائے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اندر چلے گئے، پردہ گرا دیا، پھر مجھے حاضری کی اجازت دی، میں بھی اندر داخل ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا کھانے کی کوئی چیز ہے؟ عرض کیا گیا: ہاں، اور روٹی کے تین ٹکڑے لائے گئے، ایک ٹکڑا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سامنے رکھا، ایک میرے سامنے، تیسرے کے دو حصے کر دیے، آدھا خود رکھا، آدھا مجھے عنایت فرمایا، پھر دریافت کیا: کوئی سالن بھی ہے؟ جواب ملا: نہیں، صرف سرکہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاؤ تو سہی، یہ تو بہت اچھا سالن ہے۔ (مسلم، باب فضیلۃ الخل والتادم بہ، حدیث نمبر: ۲۰۵۲)

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم بے تکلف اپنے رفقاء کی دعوت قبول فرماتے تھے، اگر دوسرے رفقاء بھوکے ہوں، تو جو بھی میسر ہوتا، ان میں سب کو شامل فرماتے، غزوۂ خندق کے موقع پر بڑی تنگی تھی، صحابہ کرامؓ فاقہ سے دوچار تھے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیفیت بھی یہی تھی، اس موقع پر حضرت جابرؓ نے تنگی کے باوجود آپ کے لئے تھوڑا سا کھانا بنایا، اور دعوت پیش کی، ان کا منشا تھا کہ صرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائیں؛ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہؓ کو دعوت دے دی، حضرت جابرؓ اس صورت حال سے پریشان ہو گئے؛ لیکن اہلیہ نے اطمینان دلایا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صورتِ حال سے واقف ہونے کے باوجود سبھوں کو دعوت دی ہے تو ان شاء اللہ کمی نہیں ہوگی؛ چناں چہ یہی ہوا کہ آپ کی برکت سے تمام لوگوں نے سیر ہو کر کھایا۔ (بخاری، کتاب الجھاد والسیر، حدیث نمبر: ۳۰۳۹)

جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے، تو حضرت سلمان فارسیؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رطب کھجور پیش کی، جو وہاں کی عمدہ کھجور سمجھی جاتی تھی، آپ نے اس کے بارے میں دریافت فرمایا: حضرت سلمانؓ نے عرض کیا: یہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کے لئے صدقہ ہے، ارشاد ہوا: اسے اٹھالو؛ کیوں کہ ہم صدقہ نہیں کھاتے، حضرت سلمانؓ نے اٹھالیا، اگلے دن پھر اسی طرح کھجور لائے، خدمت اقدس میں پیش کیا، آپ نے آج بھی کھجور کے بارے میں دریافت فرمایا، کہنے لگے: یہ آپ کے لئے ہدیہ ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: دسترخوان بچھاؤ؛ چناں چہ سب نے مل کر تناول کیا۔ (مسند احمد، عن بریدہ اسلمی، حدیث نمبر: ۲۲۹۹۷) — در اصل حضرت سلمان فارسیؓ تورات کے بڑے عالم تھے اور وہ یہ جاننا چاہتے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعویٰ نبوت صحیح ہے یا نہیں؛ کیوں کہ انبیاء صدقہ نہیں کھاتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے ساتھیوں کی ضیافت کرنے اور ان کے ہم طعام ہونے کے بہت سے واقعات حدیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔

غرض کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام معاملات میں ان کے ساتھ شریک رہتے تھے، تقریبات میں بھی، کھانے پینے میں بھی، خوشی اور غم میں بھی؛ اسی لئے آپ کا اپنے صحابہؓ سے بے حد قریبی تعلق تھا اور وہ آپ کو اس طرح ٹوٹ کر چاہتے تھے کہ گویا ایک شمع کے گرد پروانے ہوں، ابوسفیان نے مسلمان ہونے سے پہلے اس بات کا اعتراف کیا کہ جس طرح محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی ان سے محبت کرتے ہیں، میں نے کسی شخص کو دوسرے شخص کے ساتھ ایسی محبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا: ''ما رایت من الناس احدا یحب احدا کحب اصحاب محمد محمداً۔'' (سیرت ابن ہشام: ۲/۱۷۲)

باوجودیکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی خود قناعت کے ساتھ گذرتی اور کئی وقت فاقہ کی نوبت آجاتی؛ لیکن اس کے باوجود آپ اپنے ساتھیوں کی مالی اعانت کا بھی خیال رکھتے، کوئی تحفہ آتا تو اسے لوگوں میں تقسیم کر دیتے، یہاں تک کہ رمضان المبارک میں آپ کا جود وسخا تیز ہوا سے بھی بڑھ جاتا۔ (کنز العمال: ۶/۵۱۵) دوستوں کے ساتھ داد ودہش کا مختلف انداز اختیار فرماتے، حضرت جابر بن عبداللہؓ سفر میں آپ کے ساتھ تھے، ان کی اونٹنی بڑی سست رفتار تھی، آپ نے ان سے ڈنڈا لیا اور چند دفعہ اونٹنی کو ہلکے طور پر مارا، پھر کیا تھا اونٹنی اتنی تیز چلی کہ وہ آپ کی اونٹنی کے برابر میں چلنے لگی، آپ نے ان سے پوچھا: کیا وہ اونٹنی فروخت کریں گے؟ حضرت جابرؓ نے پیش کش کی کہ آپ اسے ہدیتاً قبول فرمالیں؛ لیکن آپ نے اسے خریدنے پر ہی اصرار کیا، ایک درہم سے بات شروع ہوئی، آپ قیمت بڑھاتے چلے گئے، یہاں تک کہ چالیس درہم تک بات پہنچی، پھر مدینہ پہنچنے کے بعد آپ نے پیسے بھی ادا کر دیے اور اونٹنی بھی ہدیتاً واپس کر دی۔ (مسلم، باب استحباب نکاح البکر، حدیث نمبر: ۷۱۵) — ایک موقع پر حضرت عمرؓ سے ایک سامان خریدا، اور ان ہی کے صاحب زادے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ کو ہدیہ کر دیا۔ (کنز العمال: ۴/۲۸۳)

یہ عطا کرنے کے مختلف طریقے تھے، اس کا نتیجہ تھا کہ آپ کے پاس کثرت سے مال غنیمت آتا، مختلف علاقوں کے محصولات آتے؛ لیکن کوئی چیز آپ

کے پاس باقی نہیں رہتی، ایک دن چند درہم بچ گئے تو آپ بے چین تھے، حضرت عائشہؓ نے آپ کی بے چینی دیکھ کر خیال کیا کہ شاید کوئی تکلیف ہوگی، آپ نے فرمایا: نہیں، میں اس لئے بے قرار ہوں کہ کہیں اس حال میں میری موت نہ آجائے کہ یہ سکے میرے پاس موجود ہوں۔ (مسند حمیدی، حدیث نمبر: ۲۸۳، بخاری، حدیث نمبر: ۱۱۶۳) خاص طور پر نو مسلموں کا آپ اتنا گراں قدر تعاون فرماتے کہ خود انہیں بھی حیرت ہوتی، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ اسلام قبول کرنے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو بھی مانگا جاتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم عطا فرمادیتے، ایک ایسے ہی صاحب آئے تو آپ نے دو پہاڑوں کے درمیان موجود پوری بکریاں انہیں عطا فرمادیں، وہ جب اپنی قوم کی طرف واپس ہوئے تو کہنے لگے: اے لوگو! اسلام قبول کرلو، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اتنا عطا فرماتے ہیں کہ اپنے فقر وفاقہ کا بھی کوئی خوف نہیں کرتے۔ (مسلم، باب ماسئل رسول اللہ شیئاً قط...الخ، حدیث نمبر: ۲۱۳۲)

دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کا ایک پہلو بے تکلفی ہے، اس بے تکلفی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ساتھیوں سے مزاح بھی فرمایا کرتے تھے، اور آپ کی بے تکلفی کو دیکھتے ہوئے آپ کے رفقاء بھی آپ سے مزاح کرتے تھے، حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ زاہر نام کے ایک صاحب دیہات سے آتے تھے اور دیہات کی چیزوں کا تحفہ آپ کو پیش کرتے تھے، پھر جب واپس ہونے لگتے تو آپ ان کو سامان واسباب دے کر رخصت فرماتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا: زاہر ہمارے دیہاتی ساتھی ہیں اور ہم ان کے شہری ساتھی ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان سے بڑی محبت فرماتے تھے، وہ خوش شکل آدمی نہیں تھے، ایک دن جب وہ اپنا سامان بیچ رہے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے اور ان کو پیچھے سے اس طرح اپنی گود میں لے لیا کہ وہ دیکھ نہ سکے، کہنے لگے: مجھے چھوڑ دو، یہ کون شخص ہے؟ پھر انہوں نے محسوس کرلیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرمانے لگے: کون ہے جو اس غلام کو خرید لے؟ حضرت زاہر نے عرض کیا: اللہ کے رسول تب تو آپ مجھے کھوٹا مال پائیں گے، ارشاد ہوا! لیکن تم اللہ کے پاس کھوٹے نہیں ہو، یا فرمایا: تم اللہ کے پاس بہت قیمتی ہو: "لکن عند اللہ انت غالی" (مسند احمد، عن انس، حدیث نمبر: ۱۲۶۶۹)

جیسا کہ عرض کیا گیا، آپ کی خوش اخلاقی اور بے تکلفی سے حوصلہ پاکر بعض دفعہ خود صحابہ کرامؓ بھی آپ سے مزاح کرلیتے تھے، غزوۂ تبوک کے موقع سے حضرت عوف بن مالک اشجعیؓ خدمت اقدس میں حاضر ہوئے، سلام کیا، آپ نے جواب دیا اور فرمایا: اندر آجاؤ، حضرت عوف ابن مالکؓ نے ازراہ مزاح عرض کیا: اللہ کے رسول! کیا پورا کا پورا آجاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پورے پورے آجاؤ! چناں چہ عوف ابن مالک اندر تشریف لائے۔ (ابو داؤد، باب ماجاء فی المزاح، حدیث نمبر: ۵۰۰۰) ایک بار آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صہیبؓ کو کھجور کھاتے ہوئے دیکھا! حالاں کہ ان کی آنکھ میں تکلیف تھی، آپ نے فرمایا: تمہاری آنکھ میں تکلیف ہے، پھر بھی کھجور کھاتے ہو؟! حضرت صہیبؓ نے عرض کیا: جس طرف تکلیف نہیں ہے، اس طرف سے کھاتا ہوں، آپ ان کے اس بے ساختہ جواب پر ہنس پڑے۔ (مستدرک حاکم، باب ذکر مناقب صہیب، حدیث نمبر: ۳۰۲۵)

لیکن مزاح میں بھی آپ کی زبان سے کوئی ایسی بات نہیں نکلتی تھی، جو حق اور سچائی کے خلاف ہو، آپ کے مزاح کرنے پر تعجب کرتے ہوئے بعض صحابہ کرامؓ نے دریافت کیا: کیا آپ بھی ایسا کرتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: ہاں؛ لیکن میں کوئی ایسی بات نہیں کہتا، جو حق اور سچائی کے خلاف ہو: "انی لا اقول الا حقا" (مسند احمد، حدیث نمبر: ۱۸۴۸)

البتہ آپ کو یہ بات گوارا نہیں تھی کہ ہنسی مذاق تکلیف دہ اور اہانت آمیز ہوجائے، یا کسی کو اس بہانے سے دل آزار بات کہی جائے، عبد اللہ نام کے ایک صاحب تھے، یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہنسایا کرتے تھے، ایک دن ان پر آپ کے حکم سے شراب پینے کی سزا جاری کی گئی، لوگوں میں سے ایک صاحب کہنے لگے: یہ کس قدر بار بار یہ حرکت کرتا ہے، اس پر اللہ کی لعنت ہو، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس پر لعنت نہیں بھیجو، خدا کی قسم! جہاں تک مجھے معلوم ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔ (بخاری، کتاب الحدود، حدیث نمبر: ۶۳۹۸) اسی طرح جب بھی آپ کے سامنے کوئی ایسی بات آتی، جس سے بے توقیری کا پہلو ظاہر ہوتا ہو تو آپ اس کی نفی فرماتے، ایک بار حضرت عبد اللہ ابن مسعودؓ مسواک توڑنے کے لئے ایک درخت پر چڑھے، ان کی پنڈلیاں بہت پتلی تھیں، ایسا محسوس ہونے لگا کہ جیسے ہوا ان کو اڑا لے جائے گی، لوگ ہنسنے لگے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: کیوں ہنستے ہو؟ صحابہ نے عرض کیا: ان کی پتلی پتلی پنڈلیوں کی وجہ سے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس ذات کی قسم! جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اللہ کے ترازو میں ان کا وزن احد پہاڑ سے بھی بڑھا ہوا ہے۔ (مسند احمد، عن عبد اللہ ابن مسعود، حدیث نمبر: ۱۹۹۳)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم قدم قدم پر اپنے

ساتھیوں کی دل داری کا خیال رکھتے تھے، غزوۂ حنین کے بعد جب مالِ غنیمت کی تقسیم کے سلسلہ میں انصار میں سے بعض نوجوانوں کو شکوہ پیدا ہوا تو آپ نے ان کو الگ جمع کیا اور ایسا اثر انگیز خطبہ دیا کہ ان کی ڈاڑھیاں آنسوؤں سے تر ہوگئیں، آپ نے اس موقع پر جہاں انصارِ مدینہ پر اسلام کے احسانات کا ذکر فرمایا، وہیں انصار کے احسانات کا بھی کھلے دل سے اعتراف فرمایا اور اخیر میں ارشاد فرمایا: کیا تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ لوگ بکریاں اور اونٹ لے کر جائیں اور تم نبی کو اپنے کجاوہ میں لے کر جاؤ؟ اگر ہجرت نہ ہوتی تو میں انصار ہی میں پیدا ہوا ہوتا، اگر لوگ ایک وادی میں چلیں تو میں اس وادی میں چلوں گا، جس میں انصار چلیں، میرے لئے انصار کی حیثیت اس لباس کی سی ہے، جو اوپر سے پہنا جاتا ہے: "الانصار شعار والناس دثار." (بخاری، عن عبد اللہ ابن زید، باب غزوۃ الطائف، حدیث نمبر: ۴۳۳۰)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرامؓ کی ضرورتوں کا پورا پورا خیال رکھتے، ایک صاحب کی کھجوروں کی فصل خراب ہوگئی اور ان پر بہت سارا دَین ہوگیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رفقاء سے فرمایا، ان کی مدد کرو، لوگوں نے مدد کی؛ لیکن دَین ادا نہیں ہو پایا، آپ نے ان کے قرض خواہوں سے کہا: جو موجود ہو، وہ لے لو، اور تم کو صرف اسی کا حق حاصل ہے۔ (مسلم، باب استحباب وضع الدین، حدیث نمبر: ۱۵۵۶)

اگر آپ کے رفقاء میں سے کسی کو تکلیف دہ بات پیش آتی تو ان کی تسلی اور دل داری کا پورا اہتمام فرماتے، عبد اللہ ابن جحشؓ نے جب ہجرت کی تو مکہ مکرمہ میں ان کے مکان پر ابوسفیان نے قبضہ کرلیا اور بیچ ڈالا، جب انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں یہ بات پسند نہیں ہے کہ اللہ تم کو اس کے بدلے جنت میں اس سے بہتر گھر عطا فرمادے، انہوں نے عرض کیا: کیوں نہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم کو یہ چیز، یعنی: اس کے بدلہ میں جنت ملے گی۔ (سیرت ابن ہشام: ۱۲۸/۳، الروض الانف: ۱۶۶/۴)—

ایک صاحب اپنے چھوٹے بچے کو لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا کرتے تھے، بچہ آپ کی پشت مبارک کی طرف آجاتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اسے سامنے بٹھالیا کرتے، بچے کا انتقال ہوگیا، اس صدمہ سے ان کے والد حاضر نہ ہوسکے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو معلوم نہیں تھا، ان کے بارے میں دریافت کیا، بتایا گیا کہ ان کے صاحب زادہ کا انتقال ہوگیا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے ملاقات کی، ان کے بچہ کے بارے میں دریافت فرمایا اور تعزیت کی، پھر آپ نے فرمایا: تمہیں یہ بات زیادہ محبوب ہے کہ وہ تمہارے ساتھ زندگی گذارتا، یا یہ بات کہ تم جنت کے کسی دروازے پر آؤ، اور تم دیکھو کہ وہ تم سے پہلے پہنچ چکا ہے اور تمہارے لئے دروازہ کھول رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یہ دوسری بات مجھے زیادہ محبوب ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ چیز تم کو حاصل ہوگئی، صحابہؓ نے عرض کیا: یہ صرف ان کے لئے ہے یا سبھوں کے لئے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سبھوں کے لئے۔ (نسائی، عن قرہ بن ایاس، باب فی التعزیہ، حدیث نمبر: ۲۰۸۸)

اسی طرح آپ مشکل کاموں میں بھی صحابہؓ کے ساتھ شریک رہتے، غزوۂ خندق کے موقع سے سرد موسم تھا، صحابہ بھوکے پیاسے خندق کھودنے میں مشغول تھے اور تھک کر چور ہوجاتے تھے، ایسے وقت آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لاتے اور فرماتے: اللّٰھم ان العیش عیش الآخرۃ، فاغفر للانصار والمھاجرۃ. (بخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ الخندق، حدیث نمبر: ۴۰۹۹) اے اللہ! عیش و آرام تو آخرت ہی کا عیش و آرام ہے؛ اس لئے انصار اور مہاجرین کی مغفرت فرمادیجئے۔ ہم لوگ جواب میں کہتے کہ ہم نے آخری دم تک کے لئے جہاد پر (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) سے بیعت کی ہے۔ (بخاری، عن انس، باب التحریض علی القتال، حدیث نمبر: ۲۸۳۴) ایک موقع پر مدینہ میں شور مچ گیا، لوگوں کو خیال ہوا شاید دشمن حملہ آور ہوگیا ہے، سب سے آگے آپ صلی اللہ علیہ وسلم بڑھے اور اس حال میں واپس آئے کہ آپ حضرت ابوطلحہؓ کے گھوڑے پر تھے، جس پر زین بھی نہیں تھی اور گردن مبارک سے تلوار لٹکی ہوئی تھی، آپ فرمارہے تھے کہ کیوں گھبراتے ہو؟ کیوں گھبراتے ہو؟ (بخاری، عن انس، باب الحمائل وتعلیق السیف بالعنق، حدیث نمبر: ۲۹۰۸)

ایک دفعہ اپنے کچھ ساتھیوں کے ساتھ سفر پر تھے؛ چناں چہ ایک بکرا کو ذبح کرنے کی بات طے پائی، ایک صحابی نے کہا: اس کو ذبح کرنا میرے ذمہ ہے، دوسرے نے کہا: اس کے چمڑے نکالنے کا کام میں کروں گا، تیسرے نے کہا: میں اسے پکاؤں گا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: میں ایندھن کی لکڑیاں جمع کروں گا، صحابہ نے عرض کیا: آپ کا کام ہم کردیں گے، یعنی: آپ زحمت نہ فرمائیں! ارشاد فرمایا: مجھے معلوم ہے کہ تم لوگ میری طرف سے کفایت کردوگے؛ لیکن مجھے پسند نہیں ہے کہ میں تم لوگوں کے مقابلہ میں امتیاز اور بڑائی اختیار کروں، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے ایسے شخص کو پسند نہیں کرتے ہیں، جو اپنے ساتھیوں میں بڑے بنتے ہوں: "فان اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ یکرہ من عبدہ ان یراہ متمیزا بین اصحابہ." (کشف الخفاء: ۱۵۲/۱)

(جاری ہے)

عظیم مبلغ تبلیغی امیر حضرت خواجہ خان محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مرید خاص

حضرت حاجی سعد اللہ خان کی رحلت

مولانا عبدالحسیب ہنجل

عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت بنوں کے امیر مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی اور جامعہ عربیہ نور الہدیٰ کے مہتمم مولانا عبدالحسیب ہنجل کے والد گرامی تبلیغی امیر، خادم علماء دیو بند، قطب الاقطاب خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کے مرید خاص حاجی سعد اللہ خان نے مورخہ ۲۷ر دسمبر ۲۰۱۷ء بروز بدھ بوقت بعداز مغرب بحالت مراقبہ داعی اجل کو لبیک کہا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ حضرت مرحوم علماء کرام کے ساتھ قلبی تعلق وعقیدت رکھتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ جیسا عرب کا ایمان پہاڑوں کی طرح مضبوط ہے اس طرح علماء اُمت کا ایمان بھی مضبوط ہوتا ہے اور عرب صحابہ کرامؓ کی اولاد ہیں اور علماء کرام انبیاء کے وارث ہوتے ہیں آپؒ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے کہ آپ شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ، مولانا سیّد محمد یوسف بنوریؒ، مولانا سیّد ابوالحسن علی ندویؒ، مولانا احمد علی لاہوریؒ، مولانا عبدالحق حقانیؒ، مولانا عبداللہ درخواستیؒ، مولانا محمد یوسف کاندھلویؒ، مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ، مولانا مفتی محمد شفیع عثمانیؒ، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ، مولانا رسول خانؒ، مولانا مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ، مولانا محمد حسن جان شہیدؒ، مولانا مفتی محمودؒ، مولانا عبداللہ شہیدؒ، مولانا عبدالرحمٰن اشرفیؒ، مولانا محمد موسیٰ خانؒ روحانی البازی، مولانا علی اکبرؒ بنوں، مولانا صدر الشہیدؒ بنوں، مولانا نصیب علی شاہ الہاشمیؒ بنوں، مولانا مفتی عطاء الرحمٰنؒ، مولانا مفتی عبدالمجید دین پوریؒ، شیخ سلیم اللہ خانؒ، مولانا سرفراز خان صفدرؒ، حضرت جی مولانا انعام الحسنؒ، مولانا محمد عمر پالنپوریؒ، مولانا محمد سعید احمد خانؒ، مولانا مفتی زین العابدینؒ، مولانا ڈاکٹر شیر علی شاہؒ، مولانا غلام حبیبؒ جیسے اساطین علم وعرفان کی معیت وخدمت میں رہے ہیں۔ آپؒ کا قلبی وروحانی تعلق قطب الاقطاب خواجہ خواجگان حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحبؒ سے تھا اور ہر دوست ورشتہ دار کو حضرت خواجہؒ کے ساتھ اپنا روحانی تعلق قائم رکھنے کی دعوت دیا کرتے تھے۔ آپ گھر میں اکثر اپنے اکابر علماء کرام کے حالات زندگی سنایا کرتے تھے خصوصاً شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سیّد حسین احمد مدنیؒ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسنؒ اور قطب الاقطاب حضرت مولانا خواجہ خان محمدؒ کی سوانح حیات سنایا کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ ہر عام و خاص کو دو باتوں کی نصیحت کیا کرتے تھے کہ دعوت و تبلیغ کا کام اور علماء کرام کی خدمت اور اُن کا ادب کیا کریں۔ تبلیغی سفر میں جہاں بھی جانا ہوتا پہلے وہاں کے علماء کرام کے بارے میں پوچھ لیتے اور پھر اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے اور دُعائیں لیتے۔ علماء کرام کی خدمت اور ادب حد جنون تک کیا کرتے تھے۔

مجھے اب بھی یاد ہے کہ ۲۰۱۷ء کی ختم نبوت کانفرنس کے لئے شاہین ختم نبوت حضرت مولانا اللہ وسایا صاحب، صاحبزادہ حضرت مولانا خواجہ خلیل احمد صاحب، مولانا مفتی شہاب الدین صاحب پوپلزئی، مولانا عزیز الرحمٰن ثانی صاحب ہمارے ضلعی دفتر ختم نبوت تشریف لائے تھے تو ابوجی نے شاہین ختم نبوت مولانا اللہ وسایا صاحب کے پیر دبانے چاہے تو مولانا اللہ وسایا صاحب نے کہا: ارے میاں کیا کر رہے ہو؟ گناہ گار بنانا ہے آپ نے۔ میں ابوجی کے چہرے کی طرف دیکھ رہا تھا ابوجی نے روتے ہوئے عرض کیا کہ حضرت! ہم سیاہ کار ہیں بس اللہ میاں آپ جیسی ہستیوں کی وجہ سے مغفرت فرمائے۔ پھر گھر تشریف لائے اور روتے رہے اور فرماتے رہے کہ اے اللہ میں تو بہت گناہ گار ہوں بس ان ہستیوں کے طفیل روز محشر میں پوری انسانیت کے سامنے رسوانہ کرنا۔ مفتی نظام الدین شامزئی شہیدؒ کو جب ازلی بدبختوں نے شہید کر دیا تو ابوجی رونے لگے اور کہا: بدبختوں نے تو مفتی صاحب کو شہید کر دیا، اب تو وہ جنت میں چلے گئے اور ہمیں فتنوں کے طوفانوں کے لئے یتیم چھوڑ گئے۔ انہی ہستیوں کی وجہ سے رب کریم ہمیں دُنیا کے فتنوں سے بچاتے ہیں۔ بنوں میں جامعہ المرکز الاسلامی کی فقہی کانفرنس میں شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خانؒ تشریف لائے تھے تو انہوں نے والد صاحب سے یہ فرمایا کہ سعد اللہ! آپ جیسا تبلیغی بندہ میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا جو دین کے ہر شعبے کو اچھی نظر سے دیکھتا بھی ہے اور اُس میں بڑھ چڑھ کر حصہ بھی لیتا ہے۔ آپ کو یہ سعادت بھی حاصل ہے قطب الاقطاب حضرت خواجہ خواجگان مولانا خواجہ خان محمدؒ صاحب کو سب سے اول بنوں لے کر آئے تھے۔ آپ عاشق رسول ایسے تھے کہ جب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ فرماتے تو آپ رو

پڑتے۔ سنت کے بہت زیادہ پابند تھے کئی مہینوں تک بغیر جوتیوں کے بازاروں اور گاؤں میں پھرا کرتے اور فرمایا کرتے کہ یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہے۔ آپ نے سنت کو زندہ کرنے کے لئے گدھے کی بھی سواری کی ہے۔ تہجد کبھی قضا نہیں ہوئی، گھنٹوں گھنٹوں تک دعائیں مانگا کرتے تھے اور چھوٹے بچوں کی طرح روتے تھے، تلاوت کلام اللہ سے انتہائی شغف تھا روزانہ تین پارے کا معمول تھا تلاوت جہراً اور انتہائی خوش الحانی سے کیا کرتے تھے، زندگی کے آخری دنوں میں زیادہ تر قبرستان آنا جانا ہوتا تھا اور وہاں گھنٹوں بیٹھا کرتے تھے، ابوجی روزانہ گھر کی مستورات کو شمائل ترمذی سے تعلیم کیا کرتے تھے لیکن وفات سے کچھ دن پہلے فضائل صدقات لے کر آئے اور امی سے کہا کہ اس میں موت کی تیاری کے بابت بہت کچھ لکھا ہوا ہے اب اس سے تعلیم کریں گے، حضرت مرحوم کا سیاسی تعلق جمعیت علماء اسلام سے تھا الیکشن کے ایام میں مولانا علی اکبر، مولانا سید نصیب علی شاہؒ کے شانہ بشانہ کھڑے ہوتے تھے جس پر بعض تبلیغی اراکین آپؒ سے ناراض بھی تھے، دعوت وتبلیغ آپ کا اوڑھنا بچھونا تھا، آپ نے پاکستان کے علاوہ بیرون ملک بنگلہ دیش، افغانستان وغیرہ کے تبلیغی اسفار کئے ہیں وفات سے تین دن پہلے رائیونڈ سے آئی ہوئی گوجرانوالہ کی تبلیغی جماعت کے ساتھ گشتوں میں مصروف رہے، بدھ کی صبح کو تمام گھر والوں کو جمع کر کے وعظ ونصیحت کی پھر جماعت کے ساتھیوں کے ساتھ پورا دن تبلیغی گشتوں میں مصروف رہے عصر کو جماعتی ساتھیوں کے ساتھ گھر کے قریب واقع ترنگ قبرستان میں چلے گئے، جہاں مغرب تک ہمارے استاذ محترم، مدرسہ عربیہ عالمی تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے اولین شاگرد، مبلغ اسلام مولانا طارق جمیل کے جماعتی ساتھی شیخ الحدیث مولانا عبدالودودؒ قریشی کی قبر کے پاس کھڑے رہے اور فرماتے رہے کہ یہاں ہم نے آنا ہے پھر جماعت کے ساتھیوں کو یہ فرما کر رخصت کیا کہ انشاءاللہ کل سہ روزہ کے لئے جانا ہے گھر آ کر اپنے معمول کے مطابق مراقبہ میں مشغول ہو گئے امی پاس بیٹھی ہوئی تلاوت کر رہی تھی بڑے بھائی مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی، محمد یوسف خان بھی پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ مراقبہ ہی کی حالت میں ابوجی نے اللہ میاں کے بلاوے پر لبیک کہا، آپ کی نماز جنازہ میں ہزاروں کے تعداد میں علماء وطلباء کرام کے علاوہ مبلغین حضرات وعوام نے شرکت کی، مرحوم شیخ الحدیث مولانا عبدالودود قریشی اور حافظ الحدیث شیخ ابوعیسیٰؒ کے درمیان اپنی آبائی ترنگ قبرستان میں مدفون ہوئے، آپؒ نے سات بیٹیاں جو کہ سب عالمات ہیں اور چار بیٹے مولانا مفتی عظمت اللہ سعدی (ضلعی امیر ختم نبوت)، مولانا عبدالحسیب منجل (مہتمم جامعہ نورالہدیٰ بنوں)، محمد یوسف خان، اور عبدالوہاب خان سوگوار چھوڑے۔

☆☆..............☆☆

نکاح کی تقریب میں قبولِ اسلام

ہم نے یورپ اور امریکا میں دیکھا کہ نکاح کی محفل کو دیکھ کر کئی غیر مسلم عورتیں اور مرد مسلمان ہو جاتے ہیں۔ ہم نے نکاح کی ایک تقریب میں بیان کیا، پھر نکاح پڑھا، جس لڑکی کا نکاح تھا وہ ایک دفتر میں کمپیوٹر انجینئر تھی، اس کے دفتر کی دوسری لڑکیاں بھی آئی ہوئی تھیں.... ان میں سے کئی غیر مسلم بھی تھیں۔ وہ نکاح کی اس تقریب سے متاثر ہو کر کہنے لگیں کہ اسلام میں تو بہت ہی احسن طریقے سے نکاح ہوتا ہے، لہٰذا ہم بھی کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوتی ہیں۔

نکاح اور شادی کے لئے جو بکھیڑے آج کل ڈالے جاتے ہیں یہ کوئی دین اسلام نے ہمیں نہیں بتائے بلکہ یہ سب بے دینی کا نتیجہ ہے۔ اسلام میں تو سادہ اور کم خرچ نکاح کو پسند کیا گیا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ:

"ان اعظم النکاح برکۃ ایسرہ مؤنۃ" (مشکوٰۃ، ص:۲۶۸)

ترجمہ: "سب سے برکت والا نکاح وہ ہے جس میں خرچ کم ہو۔"

یعنی جس نکاح میں جتنا تکلف کم ہوگا، آسانی کے ساتھ ہوگا، اخراجات کم سے کم ہوں گے وہ اتنا زیادہ برکت والا نکاح ہوگا۔ اس نکاح کی برکت سے میاں بیوی کی زندگی میں بھی خوشیاں آئیں گی، برکتیں آئیں گی۔

اس کے برعکس وہ نکاح جس میں طرح طرح کی رسومات اور خرافات ہوں، خلاف شریعت اعمال ہوں، مال ودولت کا ضیاع ہو، وہ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا سبب بنتا ہے اور اس کی بے برکتی اس نئے جوڑے کی زندگی پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ لوگ لاکھوں روپیہ خرچ کر کے بچیوں کو گھر سے رخصت کرتے ہیں اور وہ دوسرے دن روتی ہوئی گھر آ جاتی ہیں، گویا نکاح کی جو اصل روح تھی وہ نکل چکی ہے اور مردہ باقی رہ گیا ہے۔

(بحوالہ: "مثالی ازدواجی زندگی کے سنہری اصول" از مولانا پیر ذوالفقار احمد نقشبندی مدظلہ، ص: ۳۴،۳۵)

معتمد اور غیر معتمد تفاسیر

آج کل جدیدیت کا دور ہے، عصری اداروں کا پروردہ ہر چیز میں جدت کا متقاضی ہے، اس چیز کو دیکھتے ہوئے کئی ایک ملحدین اور متجددین نے تفسیر بالرائے کو اپنا وطیرہ بنایا اور وہ تفسیریں عصری علوم کے حاملین وطالبین کے نظر میں پسندیدگی کی سند لینے لگی، جس سے سادہ لوح مسلمان بھی ان کے دام تزویر میں آنے لگے۔ اس بات کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مولانا فضل محمد صاحب (استاذ الحدیث جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن، کراچی) نے ان تمام ملحدین اور متجددین کی تفسیروں کو سامنے رکھ کر قرآن وسنت کی نصوص، صحابہ کرامؓ کے اقوال اور ائمہ مجتہدین کی تصریحات کی روشنی میں ان کے ابطال اور ان کی تفسیر بالرائے کے نقصانات کو واضح فرمایا۔ چونکہ یہ مضمون اپنے موضوع کی بنا پر طویل ہوگیا تو انہوں نے اس کا نام "معتمد اور غیر معتمد تفاسیر" رکھ کر اسے کتابی شکل میں شائع کر دیا۔ افادۂ عام کی غرض سے اس مضمون کو قسط وار ہفت روزہ "ختم نبوت" میں شائع کیا جارہا ہے۔ (ادارہ)

(۲۶)

حضرت مولانا فضل محمد یوسف زئی مدظلہ

تبصرہ:

امین احسن اصلاحی صاحب کی مذکورہ تحریر سے تورات وانجیل اور زبور وصحائف یہود ونصاریٰ کی کتنی عقیدت ومحبت ٹپکتی ہے یہ ہر پڑھنے والا محسوس کرسکتا ہے وہ فرماتے ہیں کہ تحریف کے باوجود ان صحائف میں حکمت کے خزانے ہیں پھر فرماتے ہیں کہ بار بار پڑھنے کے بعد میں کہتا ہوں کہ قرآن کی حکمت سمجھنے میں جو مدد ان صحیفوں سے ملتی ہے وہ مدد دوسری چیزوں سے ملنا مشکل ہے گویا احادیث سے یہ صحائف مقدم ہوگئے، میں عرض کرتا ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تورات کی جو آیات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش کی تھیں وہ بھی تو حکمت وموعظت پر مشتمل تھیں پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اتنے زیادہ غصہ کیوں ہوئے کہ چہرہ سرخ ہوگیا اور فرمایا یہ تو تورات کی آیات ہیں لَوْ کَانَ مُوْسیٰ حَیًّا لَمَا وَسِعَهٗ اِلَّا اِتِّبَاعِیْ (مشکوٰۃ شریف) یعنی اگر موسیٰ زندہ بھی ہوتو میری اتباع کے سوا ان کو چارہ نہیں ہوگا۔

امین اصلاحی صاحب کو معلوم ہونا چاہئے کہ سابقہ کتابوں اور صحائف میں جو حکمت وموعظت کی باتیں تھیں وہ سب قرآن میں مندرج ہیں اب منسوخ ومحرف چیزوں کی ضرورت نہیں۔ ﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾

عام مفسرین اور امین احسن اصلاحی

اپنے پیشروؤں کی طرح امین احسن اصلاحی صاحب بھی عام مفسرین کی تفاسیر سے زیادہ خوش نہیں ہیں چنانچہ وہ اپنی تفسیر تدبر قرآن کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

"اس کتاب میں دوسری تفسیروں کے حوالے زیادہ نہیں ملیں گے اس کی وجہ، جیسا کہ اوپر اصولی مباحث کے ضمن میں عرض کرچکا ہوں، یہ ہے کہ اس کی بنیاد مروجہ طریقۂ تفسیر کی طرح تفسیر کی کتابوں پر نہیں ہے بلکہ براہ راست فہم قرآن کے اصلی وسائل وذرائع پر ہے تاہم خاص خاص اہم مباحث میں ان تفسیروں اور ان ارباب تاویل کے حوالے بھی میں نے دیے ہیں جن کی تائید مجھے حاصل ہوسکی ہے۔"

(مقدمہ تدبر قرآن ص:12)

اصلاحی صاحب مزید لکھتے ہیں کہ جو لوگ قرآن مجید کی تفسیر کے باب میں صرف روایات ہی پر اعتماد کرتے ہیں یقیناً وہ غلو کرتے ہیں۔ یہ بات محققین کے مذہب اور طریقہ کے بالکل خلاف ہے۔ قرآن مجید کی تفسیر میں اصل الاصول خود قرآن کے الفاظ، اس کے شواہد ونظائر اور کلام کے سیاق وسباق اور اس کے نظم کا لحاظ ہے۔ ضروری ہے کہ ہر آیت کی تاویل میں ان چیزوں کو مقدم رکھا جائے۔ کسی حال میں ان سے اغماض نہ کیا جائے۔ لیکن یہ بھی ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ روایات واحادیث کی رہنمائی کے بغیر تفسیر قرآن کی مشکلات حل نہیں ہوسکتیں۔ قرآن مجید جس عہد کا کلام ہے اور جن لوگوں کو اول اول اس

لاہور میں قادیانی خاندان حلقہ بگوش اسلام قبول ہوگیا

لاہور (نیوز رپورٹر) قادیانی خاندان نے مبلغ اسلام عرفان محمود برق کے ہاتھ پر قادیانیت سے تائب ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ سابق قادیانی اویس احمد بٹ نے کہا کہ میں نے قرآن وحدیث، اسلامی تعلیمات اور ختم نبوت کے لٹریچر کے مطالعہ کے بعد قادیانیت سے تائب ہوکر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان لاتے ہوئے اپنی اہلیہ فریدہ خانم بٹ اور بچوں دانیال احمد بٹ، جمیلہ سوسن بٹ، فارس احمد بٹ، جلیس احمد بٹ سمیت بلاجبر واکراہ اسلام قبول کیا ہے، جس پر شعبہ تبلیغ محکمہ مذہبی امور واوقاف بادشاہی مسجد لاہور نے ان کے اسلام قبول کرنے کی تصدیق کرتے ہوئے باضابطہ طور پر قبول اسلام کی سند جاری کردی۔

(روزنامہ اسلام کراچی، ۲۹ جنوری ۲۰۱۸ء)

نے مخاطب کیا ہے،قدرتی طور پر اس عہد کی بے شمار خصوصیات اور اس قوم کے بے شمار حالات کی طرف وہ اشارے کرتا ہے جن کو پوری طرح بے نقاب کرنے کے لئے ہم ان لوگوں کی اعانت سے مستغنی نہیں ہوسکتے جو اس کے اولین مخاطب تھے،ان کی مدد سے یہ فائدہ اٹھانا قرآن مجید کے الفاظ کی حکومت کو باطل کرنا نہیں ہے اور نہ ذرہ برابر اس سے اس کی قطعیت میں کوئی فرق آتا ہے۔ کیونکہ ہم روایات وآثار کی رہنمائی سے وہیں فائدہ اٹھاتے ہیں جہاں قرآن کے الفاظ اشارہ کررہے ہوتے ہیں کہ ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔

امین احسن اصلاحی مزید لکھتے ہیں کہ یہ دعویٰ اپنی جگہ پر بالکل صحیح ہے کہ قرآن مجید اپنے سمجھے جانے کے لئے کسی چیز کا محتاج نہیں ہے۔لیکن قرآن کی تفسیر میں روایات وآثار کی رہنمائی سے فائدہ اٹھانا قرآن کے محتاج ہونے کا ثبوت نہیں ہے۔ یہ ہمارے محتاج ہونے کا ثبوت ہے اور ہمارے محتاج ہونے اور قرآن کے محتاج ہونے میں بڑا فرق ہے۔ہم قرآن سمجھنے کے لئے زبان اور نحو سے بھی فائدہ اٹھاتے ہیں،لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ قرآن مجید اپنے سمجھے جانے کے لئے ان چیزوں کا محتاج ہے۔

(مبادی تدبر قرآن ص:۱۸۱)

بعض اوقات قرآن کے کسی لفظ کے تحت اہل تاویل (اہل تفسیر) کے اقوال جو وہ نقل کردیتے ہیں ان کی کوئی اہمیت نہیں ہے لیکن عام لوگ اسی کو بڑی تحقیق سمجھتے ہیں۔(مقدمہ تدبر قرآن ص ۵)

مولانا احسن اصلاحی نے عام مفسرین کے طور طریقوں کو تو نظر انداز کردیا ہے لیکن مولانا حمیدالدین فراہی کی تفسیر وتحقیق کو حرف آخر سمجھتے ہیں اور اپنی تفسیر کو مکمل طور پر فراہی صاحب کی تفسیر کا خلاصہ ونچوڑ اور ثمرہ سمجھتے ہیں چنانچہ بڑی معصومیت کے ساتھ لکھتے ہیں:

’’میری چالیس سال کی محنتوں کے نتائج کے ساتھ ساتھ اس میں میرے استاذ مولانا حمیدالدین فراہی رحمۃ اللہ علیہ کی ۳۰۔۳۵ سال کی کوششوں کے ثمرات بھی ہیں۔ مجھے بڑا فخر ہوتا اگر میں یہ دعویٰ کرسکتا کہ اس کتاب میں جو کچھ بھی ہے سب استاذ مرحوم ہی کا افادہ ہے اس لئے کہ اصل حقیقت یہی ہے۔لیکن میں یہ دعوے کرنے میں صرف اس لئے احتیاط کرتا ہوں کہ مبادا میری کوئی غلطی ان کی طرف منسوب ہوجائے۔ مولانا سے میرے استفادے کی شکل یہ نہیں رہی ہے کہ ہر آیت سے متعلق یقین کے ساتھ ان کی رائے میرے علم میں آگئی ہو، بلکہ میں نے ان سے قرآن حکیم پر غور کرنے کے اصول سیکھے ہیں اور خود ان کی رہنمائی میں پورے پانچ سال ان اصولوں کا تجربہ کرنے میں بسر کیے ہیں۔ پھر انہی اصولوں کو سامنے رکھ کر آج تک کام کرتا ہوں۔ اس اعتبار سے اگرچہ یہ کہنا غلط نہیں ہے کہ یہ سب کچھ استاذؒ کا فیض ہے لیکن اس میں چونکہ بلاواسطہ افادے کے ساتھ ساتھ بالواسطہ افادے کا بھی بہت بڑا حصہ ہے اس وجہ سے یہ عرض کرتا ہوں کہ اس کا جو حصہ مستحکم اور مدلل نظر آئے اس کو استاذ مرحوم کا صدقہ سمجھے اور جو بات کمزور یا غلط نظر آئے اس کو میری کم علمی پر محمول فرمایئے۔‘‘(مقدمہ تدبر قرآن ص:۱۲)

تبصرہ:

امین احسن اصلاحی صاحب کے اس اعلان اور اقرار اور فراہی صاحب پر اعتماد واعتقاد کے یہ شاندار جملے اس بات کی واضح دلیل اور کھلا اقرار ہے کہ حمیدالدین فراہی صاحب نے اپنی تفسیر میں جو غیر معروف اور شاذ راستہ اختیار کیا ہے اصلاحی صاحب بھی اس پر قدم بقدم گامزن ہے اس لئے جو غلطیاں فراہی صاحب نے کی ہیں حرف بہ حرف اصلاحی صاحب بھی اس کے قائل ہیں لہٰذا اصلاحی صاحب کی تفسیر کو مکمل طور پر نہ بھی دیکھا جائے پھر بھی فراہی صاحب کی ساری غلطیاں اس میں بھی موجود مانی جاسکتی ہیں کیونکہ استاذ کا قدم اگر غلط پڑ گیا تو شاگرد کا بھی یہی حال ہوگا۔ خصوصاً جب شاگرد کھلے دل سے استاذ کی وفاداری کا عہد واقرار بھی کرلے پھر تو ساری عمارت اسی کچی اینٹ پر قائم ہوگی جو سب سے پہلے رکھی گئی ہے

خشت اول چوں نہد معمار کج
تاثریا میرود دیوار کج

ترجمہ:’’جب معمار پہلی اینٹ ٹیڑھی رکھتا ہے تو آسمان تک دیوار ٹیڑھی چڑھتی چلی جائے گی۔

(جاری ہے)

ختم نبوت کانفرنس،لاہور

لاہور.....۵/جنوری کو بعد نماز عشاء جامعہ حقانیہ قینچی میں ختم نبوت کانفرنس منعقد ہوئی، صدارت جامعہ کے مہتمم اور ختم نبوت کانفرنس کی رابطہ کمیٹی کے ممبر مولانا عبداللہ انور حقانی مدظلہ نے کی، جبکہ علامہ عبدالغفار ذہبی مہمان خصوصی تھے۔ کانفرنس سے مولانا عبدالنعیم، مولانا عزیزالرحمٰن ثانی اور مولانا محمد اسماعیل شجاع آبادی نے خطاب کیا۔ کانفرنس میں بادشاہی مسجد میں منعقد ہونے والی ختم نبوت کانفرنس کا پس منظر، اغراض ومقاصد پر روشنی ڈالی گئی اور سامعین کو بتلایا گیا کہ بڑی کانفرنس کی کامیابی کے لئے چھوٹی چھوٹی تقریباً ایک سو کانفرنسیں منعقد کی جائیں گی۔ کانفرنس پیر رضوان نفیس مدظلہ کی دعا پر اختتام پذیر ہوئی۔

رفع ونزول عیسیٰ علیہ السلام

(۱۳)

حافظ عبید اللہ

اب آیئے مرزا کے دوسرے جھوٹ کی طرف کہ کسی مرفوع متصل صحیح حدیث میں آسمان سے نازل ہونے کا ذکر نہیں۔ احادیث ملاحظہ فرمائیں:

حدیث نمبر 1

امام حافظ ابوبکر احمد بن عمرو البزارؒ (وفات 292ھ) نے اپنی مسند البحر الذخار میں جو کہ مسند بزار کے نام سے معروف ہے اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے:

"حدثنا علی بن المنذر، نا محمد بن فضیل عن عاصم بن کلیب، عن ابیہ، عن ابی ہریرۃ قال: سمعتُ من ابی القاسم الصادق المصدوق یقول: یخرج الأعور الدجال مسیح الضلالة قبل المشرق فی زمن اختلاف من الناس وفرقة فیبلغ ما شاء اللّٰہ أن یبلغ من الأرض فی اربعین یوماً، اللّٰہ اعلم ما مقدارها، فیلقی المؤمنون شدة شدیدة ثم ینزل عیسیٰ بن مریم صلی اللّٰہ علیہ من السماء...... الخ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ میں نے صادق ومصدوق سے سنا، آپ نے فرمایا: کانا دجال یعنی گمراہ مسیح مشرق کی طرف سے نکلے گا اس وقت لوگوں میں افتراق واختلاف ہوگا تو وہ چالیس دنوں میں جہاں اللہ چاہے گا پہنچے گا، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ وہ کہاں پہنچے گا، اس وقت مؤمن سخت حالات کا سامنا کریں گے، پھر مریم کے بیٹے عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے نازل ہوں گے۔" (مسند البزار، جلد 17، صفحہ 96، حدیث نمبر 9642، مکتبۃ العلوم والحکم، مدینہ منورہ)

یہ روایت صحیح مرفوع متصل ہے اور اس میں صاف طور پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مریم کے بیٹے آسمان سے نازل ہوں گے۔

اس روایت کے راویوں میں پہلے راوی علی بن منذر کے علاوہ باقی تمام بخاری ومسلم کے راوی ہیں، اور علی بن منذر سے بھی ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے روایت کی ہے اور کسی سے ان پر کسی قسم کی جرح مذکور نہیں، محمد بن فضیل سے امام بخاری نے 18 کے قریب روایات لی ہیں بلکہ اپنی صحیح بخاری کا اختتام جس روایت پر کیا ہے، جس میں "سبحان اللّٰہ وبحمدہ سبحان اللّٰہ العظیم" کی فضیلت کا بیان ہے وہ بھی انہی محمد بن فضیل کے واسطے سے ہے، نیز محمد بن فضیل سے امام مسلم نے 28 کے قریب روایات لی ہیں، عاصم بن کلیب سے امام مسلم نے 6 کے قریب روایات لی ہیں، امام ترمذی وحاکم نے بھی ان سے روایات لی ہیں اور ان روایات کو صحیح بھی کہا ہے۔ امام بخاری نے عاصم بن کلیب سے روایت تو ذکر نہیں کی لیکن "باب لبس القسی" میں ان سے استشہاد کیا ہے، نیز تقریباً تمام ائمہ جرح وتعدیل نے ان دونوں محمد بن فضیل اور عاصم بن کلیب کی توثیق کی ہے (ابن جوزی وغیرہ نے عاصم بن کلیب کے بارے میں ابن المدینی کا ایک قول بغیر کسی سند کے ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کہا کہ عاصم بن کلیب جب منفرد ہوں تو وہ قابل احتجاج نہیں، بعض نے اس میں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ ابن المدینی نے یہ بات العلل الکبیر میں کہی ہے، لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابن الجوزی کو سہو ہوا ہے مصادر قدیمہ میں کہیں بھی ابن المدینی کی ایسی کوئی بات مذکور نہیں اور نہ ہی علل ابن المدینی میں ایسی کوئی بات ہمیں ملی، جبکہ دوسری طرف یحییٰ بن معین، نسائی، ابوحاتم، ابوزرعہ، ابن حبان، ابن سعد، عجلی، مزی، ابوداود، ابن شاہین، ابن حجر جیسے ائمہ رحمہم اللہ نے انہیں ثقہ کہا ہے، امام احمد بن حنبلؒ نے بھی کہا ہے کہ ان کی حدیث لینے میں کوئی حرج نہیں (بحوالہ تہذیب التہذیب، الجرح والتعدیل وغیرہ)، یہ وضاحت میں نے اس لئے پیش کردی کہ مرزائی مربی اس روایت کو ضعیف ثابت کرنے کے لئے ابن المدینیؒ کی طرف غلط طور پر منسوب یہ قول پیش کرتے ہیں، اس روایت کے اگلے راوی عاصم بن کلیب کے والد "کلیب بن شہاب" ہیں، یہ بھی ثقہ ہیں کسی نے ان پر جرح نہیں کی بلکہ امام ابن مندہؒ، ابونعیمؒ اور ابن عبدالبرؒ نے انہیں صحابہ میں شمار کیا ہے، اور اس حدیث کو روایت کرنے والے صحابی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ تو کسی تعارف کے محتاج نہیں، اس طرح مسند بزار کی یہ روایت صرف صحیح نہیں بلکہ صحیح ترین اور مرفوع متصل ہے اور مرزا قادیانی کے کذاب ہونے پر ایسی مہر ہے جسے دنیا کا

کوئی مرزائی نہیں توڑ سکتا۔

حدیث نمبر 2

امام حافظ ابو بکر احمد بن الحسین البیہقیؒ (وفات 458ھ) نے اپنی کتاب الاسماء والصفات میں اپنی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے:

"اخبرنا ابو عبداللّٰہ الحافظ أنا ابو بکر بن اسحاق أنا احمد بن ابراھیم ثنا ابن بکیر حدثنی اللیث عن یونس عن ابن شھاب عن نافع مولی ابی قتادۃ الأنصاری قال: ان أبا ھریرۃ رضی اللّٰہ عنہ قال : قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم وامامکم منکم" اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا اس وقت (خوشی کے مارے۔ناقل) کیا حال ہوگا جب مریم کے بیٹے آسمان سے تمہارے اندر اتریں گے اور اس وقت تمہارا امام تمہی میں سے ہوگا۔" (کتاب الاسماء والصفات، جلد2 صفحہ 331، روایت نمبر 895، مکتبۃ السوادی للتوزیع)

مرزائی پاکٹ بک کے مصنف کا دجل وفریب اور اس کا پوسٹ مارٹم

اس روایت پر سند کے اعتبار سے قادیانی کوئی اعتراض نہیں کرسکتے تو اسے غلط ثابت کرنے کے لئے کچھ اس طرح دجل وفریب دیتے ہیں کہ امام بیہقی نے یہ روایت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: "رواہ البخاری فی الصحیح عن یحی بن بکیر، وأخرجہ مسلم عن وجہ آخر عن یونس" یہ روایت امام بخاری نے اپنی صحیح میں یحییٰ بن بکیر کے واسطے سے اور امام مسلم نے ایک اور طریق سے یونس سے نقل کی ہے، امام بیہقی کی اس بات سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ روایت امام بخاری ومسلم سے نقل کی ہے اور صحیح بخاری وصحیح مسلم میں "من السماء" یعنی آسمان سے نازل ہونے کے الفاظ نہیں ہیں لہٰذا معلوم ہوا کہ آسمان کے الفاظ امام بیہقی کا وہم ہے یا کسی نے بعد میں کتاب الاسماء والصفات میں یہ الفاظ ڈال دیے ہیں، بلکہ مرزائی پاکٹ بک والے نے تو یہاں تک لکھ دیا کہ:

"بیہقی کا قلمی نسخہ پہلی مرتبہ 1328ھ میں چھپا ہے یعنی حضرت مسیح موعود (نقلی اور جعلی۔ناقل) کے دعویٰ بلکہ وفات کے بعد اس لئے مولویوں نے اس میں من السماء کا لفظ اپنے پاس سے از راہ تحریف اور الحاق زائد کردیا ہے، چنانچہ اس کا ثبوت یہ ہے کہ امام سیوطی نے بیہقی سے اس حدیث کو نقل کیا ہے مگر اس میں من السماء کا لفظ نہیں، چنانچہ وہ اپنی تفسیر در منثور میں اس حدیث کو یوں بیان کرتے ہیں: واخرج احمد والبخاری والمسلم والبیھقی فی الاسماء والصفات قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم وامامکم منکم، امام مذکور کا باوجود اس محولہ بالا روایت کو دیکھنے کے من السماء چھوڑ دینا بتاتا ہے کہ حدیث کا حصہ نہیں۔"

(پاکٹ بک، صفحہ 228-229)

دوستو! امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات اور کہیں طبع ہوئی یا نہیں لیکن ہندوستان کے شہر الہ آباد کے مطبع انوار احمدی سے مرزا کی موت سے تقریباً 13 سال پہلے سنہ 1313ھ میں طبع ہوچکی تھی اور اس کے صفحہ 301 پر یہ روایت موجود ہے اور اس میں "من السماء" کے الفاظ بھی ہیں، اس لئے پاکٹ بک والے کا یہ لکھنا کہ یہ کتاب پہلی بار 1328ھ میں طبع ہوئی صریح جھوٹ ہے۔ یاد رہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی سنہ 1313ھ کے بعد لکھی جس میں اس نے یہ چیلنج دیا تھا کہ کسی صحیح مرفوع متصل حدیث میں عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان سے نازل ہونے کا ذکر نہیں جبکہ امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات ہندوستان میں اس سے پہلے طبع ہوچکی تھی (لیکن شاید مرزا کے خدا نے اسے بتانا مناسب نہ سمجھا)۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ امام بیہقی نے لکھا ہے کہ یہ روایت امام بخاری ومسلم نے بھی روایت کی ہے جبکہ ہم دیکھتے ہیں کہ صحیح بخاری وصحیح مسلم میں من السماء کے لفظ نہیں یا امام جلال الدین سیوطی نے (جو امام بیہقی کی وفات کے تقریباً چار سو سال بعد پیدا ہوئے) یہ روایت اپنی تفسیر میں بحوالہ مسند احمد وبخاری ومسلم اور امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات کے حوالے سے ذکر کی ہے اور اس میں بھی من السماء کا ذکر نہیں لہٰذا یہ دلیل ہے کہ بیہقی کی کتاب میں یہ لفظ بعد میں ڈال دیا گیا، یہ مرزائی عربی کی جہالت کی دلیل ہے کیونکہ کتب حدیث اور دوسری کتابوں میں بے شمار مقامات پر مصنفین کوئی روایت ذکر کرتے ہیں اور حوالہ بہت سی کتابوں کا دیتے ہیں جبکہ ان کتابوں میں اس روایت کے الفاظ میں قدرے اختلاف ہوتا ہے، کئی بار مصنف کو کسی ایک محدث کے ساتھ "واللفظ لہ" بھی لکھنا پڑتا ہے تاکہ پتہ چل جائے کہ میں نے جو الفاظ نقل کئے ہیں بعینہٖ یہی الفاظ فلاں کتاب کے ہیں باقی کتابوں میں الفاظ قدرے مختلف ہیں (ہاں روایت کا مفہوم ایک ہی ہوتا ہے)، خود امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات میں کئی دوسری روایات ایسی موجود ہیں جس میں وہ لکھتے ہیں کہ (رواہ البخاری ومسلم) لیکن بخاری میں اس روایت کے الفاظ قدرے مختلف ہوتے ہیں اور مسلم میں اس سے بھی مختلف، اسی طرح امام سیوطی نے جب یہ روایت بیان کی اور چار کتابوں کا حوالہ دیا تو

انہوں نے صرف انہی الفاظ کے بیان کرنے پر اکتفا کیا جو چاروں کتابوں میں ایک جیسے ہیں،اس سے یہ ثابت کرنا کہ امام بیہقی نے یہ الفاظ روایت نہیں کیے احمقانہ بات ہے اور نہ ہی امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ امام بیہقی کے شاگرد یا ہم عصر ہیں کہ ان کی بات سے یہ مطلب لیا جائے،ایسے تو مرزا غلام احمد نے صحیح بخاری کے حوالے سے ایسے الفاظ نقل کیے ہیں جو آج تک صحیح بخاری سے مرزا قادیانی کا کوئی پیروکار نہیں دکھا سکا تو کیا صرف مرزا کے کہنے پر یہ دعویٰ کرنا عقل مندی ہوگی کہ صحیح بخاری میں امام مہدی کے بارے میں یہ الفاظ ”ھذا خلیفۃ اللہ المھدی“ موجود تھے بعد میں مولویوں نے نکال دیے؟(دیکھیں: رخ 6 صفحہ 337)

علم اصول حدیث کے مشہور امام ابن الصلاح رحمۃ اللہ علیہ (وفات 643ھ) نے یہ بات وضاحت کے ساتھ امام بیہقی کا نام لے کر لکھی ہے،ملاحظہ فرمائیں:

”وھکذا ما اخرجه المؤلفون في تصانيفهم المستقلة كالسنن الكبير للبيهقي وشرح السنة لأبي محمد البغوي وغيرهما مما قالوا فيه [اخرجه البخاري أو مسلم] فلا يُستفاد بذلك أكثر من أن البخاري أو مسلماً أخرج اصل ذلك الحديث مع احتمال أن يكون بينهما تفاوت في اللفظ وربما كان تفاوتاً في بعض المعنى“ اسی طرح مؤلفین اپنی مستقل تصانیف میں مثال کے طور پر امام بیہقی سنن کبیر میں اور امام ابو محمد بغوی شرح السنۃ میں یا ان کے علاوہ دوسرے حضرات جب یہ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث امام بخاری یا مسلم نے بھی روایت کی ہے تو اس کا صرف یہ مطلب ہوتا ہے کہ اصل روایت بخاری ومسلم نے بھی روایت کی ہے جبکہ بخاری ومسلم اور اس مصنف کے الفاظ میں بھی تفاوت اور اختلاف ہوسکتا ہے اور کبھی معنی میں بھی (یعنی ضروری نہیں کہ بخاری ومسلم کا حوالہ دینے والے مصنف کی روایت کے الفاظ بھی ہو بہو بخاری ومسلم والے ہوں)۔ (علوم الحدیث، المعروف بمقدمۃ ابن الصلاح،صفحہ 23)

آپ نے دیکھا کہ امام ابن الصلاح نے یہ بات بیان کی ہے کہ جب امام بیہقی اپنی مستقل کتاب میں اپنی سند کے ساتھ کوئی روایت بیان کریں اور پھر یہ کہیں کہ یہ روایت امام بخاری یا مسلم نے بھی روایت کی ہے تو ان کی مراد صرف یہ ہوتی ہے کہ اس سے ملتی جلتی روایت انہوں نے بھی روایت کی ہے یہ ضروری نہیں کہ امام بیہقی اور بخاری ومسلم کے الفاظ ہو بہو ایک ہی ہوں،لہٰذا امام بیہقی نے جو من السماء کے اضافے کے ساتھ روایت کی ہے وہ مستقل روایت ہے وہ انہوں نے بخاری یا مسلم سے نقل نہیں کی اور اصول حدیث کا یہ مسلّمہ قاعدہ ہے کہ کسی بھی روایت میں ثقہ راوی کی طرف سے کسی لفظ کی زیادتی قابل قبول ہوتی ہے۔

الغرض!امام سیوطی ہوں یا امام بخاری ومسلم رحمہم اللہ ان میں سے کسی کے ذہن میں بھی حضرت عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کے نزول کا مفہوم وہ نہ تھا جو مرزا قادیانی نے ایجاد کیا۔ان سب کے نزدیک اس لفظ کا مفہوم آسمان سے نازل ہونا ہی تھا اور نہ مرزا سے پہلے امت اسلامیہ کے کسی مفسر،محدث یا مجدد نے یہ احمقانہ بات لکھی ہے کہ اس حدیث میں نازل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس امت میں ایک مثیل مسیح پیدا ہوگا۔

پھر مرزائی پاکٹ بک کے مصنف ملک عبدالرحمٰن خادم نے اس حدیث کا جواب دیتے ہوئے یہ الفاظ لکھے ہیں کہ:

”اس جگہ بعض جاہل امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات سے یہ حدیث پیش کردیا کرتے ہیں۔“ (مرزائی پاکٹ بک،صفحہ 227)

آپ نے مرزائی مربی کی جہالت کا ایک نمونہ تو ملاحظہ فرمالیا کہ اسے یہ بھی نہیں پتہ تھا کہ کتاب الاسماء والصفات 1313ھ میں طبع ہوچکی تھی،آیئے اب اس کی جہالت بلکہ دجل وفریب کے مزید نمونے دیکھتے ہیں۔

مرزائی مربی نے اس روایت کی سند پر اعتراض کرتے ہوئے لکھا کہ:

”اس روایت کا ایک راوی ابوبکر محمد بن اسحاق بن محمد الناقد ہے جس کے متعلق لکھا ہے كان يدعي الحفظ وفيه بعض التساهل (لسان المیزان،حرف المیم،جلد 5،ص 59) کہ اس روای میں تساہل پایا جاتا ہے پس من السماء کے الفاظ کا اضافہ بھی اس راوی کا تساہل ہے اصل حدیث کے الفاظ نہیں ہیں۔“

(مرزائی پاکٹ بک،صفحہ 228)

دوستو!اس روایت کی سند میں کوئی بھی راوی نہیں جس کا نام ”ابوبکر محمد بن اسحاق الناقد“ ہو،بلکہ یہاں جو ”ابوبکر بن اسحاق“ ہیں،ان کا نام شیخ الاسلام امام احمد بن اسحاق بن ایوب النیشاپوری الصبغی الشافعی ہے(جو امام حاکم نیشاپوری مصنف المستدرک علی الصحیحین کے استاد ہیں اور امام بیہقی کی اس سند میں پہلے راوی ابوعبداللہ الحافظ سے مراد امام حاکم ہی ہیں)یہ امام احمد بن اسحاق اپنے زمانے کے امام،فقیہ،عالم اور عابد تھے،سنہ 258ھ میں پیدا ہوئے اور 342ھ میں ان کی وفات ہوئی،امام ذہبی نے ”سیر اعلام النبلاء“ میں انکا مفصل تعارف ذکر کیا ہے (سیر اعلام النبلاء، ج 15 صفحات 483 تا 489 طبع مؤسسۃ الرسالہ بیروت)، لیکن پاکٹ بک کے مصنف نے انہیں ”ابوبکر محمد بن اسحاق بن محمد الناقد“ بنادیا اور اس پر یہ پچر بھی لگادیا کہ اس روایت میں من السماء کا لفظ اس راوی کا تساہل ہے جو کہ سراسر علمی خیانت اور دھوکہ ہے جس میں مرزائی مربی شہرت رکھتے ہیں۔ (جاری ہے)

انجمن سرفروشانِ اسلام اور مہدی فاؤنڈیشن پر پابندی عائد کی جائے

پریس کانفرنس میں علماء کرام کا مطالبہ

انجمن سرفروشان اسلام کے عقائد ونظریات کو تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے کفریہ وتوہین رسالت قرار دیا ہے

رپورٹ: مولانا توصیف احمد

حیدرآباد..... عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدر آباد کے مبلغ مولانا توصیف احمد نے پریس کلب حیدرآباد میں پریس کانفرنس سے انجمن سرفروشان اسلام کی سرگرمیوں پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ریاض احمد گوہر شاہی ایک گستاخ رسول تھا، اس نے کلمہ طیبہ، اسلام، شریعت، قرآن کریم اور انبیاء کرام علیہم السلام کی توہین کی تھی، جس کی بنیاد پر اس کے خلاف کفر کے فتاویٰ جات موجود ہیں اور ملک کی اعلیٰ عدالتیں گوہر شاہی اور اس کے مریدوں کو سزا سنا چکی ہیں۔

(1) انجمن سرفروشان اسلام کے بانی ریاض احمد گوہر شاہی اور اس کے مریدین کو دہشت گردی عدالت میرپور خاص نے 11/3/2000 کو مقدمہ نمبر SP1.27/99 بجرم 295/A/B/C اور سیشن عدالت جھنگ نے 27/3/2009 کو مقدمہ نمبر 66/2006 بجرم 295/C اور ڈیرہ غازی خان عدالت نے 17/3/1999 کو مقدمہ نمبر 6/98 بجرم 295/A اور عدالت ہائی کورٹ لاہور نے 3/10/2015 کو بجرم 295/C عمر قید، سزائے موت، جرمانے کی سزائیں سنائیں۔

(2) انجمن سرفروشان اسلام کی شرانگیز سرگرمیوں کے خلاف جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت نے کئی تحریری درخواستیں 26/4/2017 کو ڈی آئی جی حیدرآباد، 01/3/2017 کو آئی جی سندھ، 23/11/2016 کو بنام ڈی جی رینجرز سندھ، آئی جی پولیس سندھ، 21/11/2016 کو بنام چیف جسٹس سندھ ہائی کورٹ، گورنر سندھ، وزیر اعلیٰ سندھ، وزیر داخلہ سندھ، کمشنر حیدرآباد، 20/11/2016 کو سیکرٹری انڈسٹریز ڈیپارٹمنٹ سندھ، 21/12/2015 اور 3/9/2015 کو ڈپٹی کمشنر حیدرآباد، 01/9/2015 کو ڈائریکٹر اور سیکرٹری انڈسٹریز اینڈ کامرس ڈیپارٹمنٹ، 02/9/2015 کو ڈی آئی جی خادم حسین رند صاحب، 03/9/2015 کو ایس پی جامشورو کیپٹن طارق ولائت صاحب، 16/9/2015 کو ایس ایس پی اسپیشل برانچ حیدر آباد، 30/12/2014 کو ڈی آئی جی حیدرآباد ثناء اللہ عباسی صاحب، 29/12/2014 کو ڈپٹی کمشنر حیدرآباد فیاض جتوئی صاحب، 5/3/2014 کو ڈی ایس پی جامشورو علی رضا لغاری صاحب، 01/7/2013 کو ایس پی حیدرآباد محمد حبیب اسماعیل ثاقب صاحب، جبکہ 4/6/2013 کو ایس پی جامشورو کو جمع کرائی ہیں۔

(3) انجمن سرفروشان اسلام کے عقائد و نظریات کو تمام مکاتب فکر کے علماء کرام نے کفریہ و توہین رسالت قرار دیا ہے۔ 60 سے زائد بریلوی علماء بشمول مولانا ابوالخیر محمد زبیر، مولانا اویس نورانی، مفتی احمد میاں برکاتی نے ان پر کفر کا فتویٰ دیا ہے، ان کا بریلوی مسلک سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(4) انجمن سرفروشان اسلام کی سرگرمیوں سے پریس ریلیز کے ذریعے سے بھی باخبر کیا جاتا رہا ہے۔

(5) انجمن سرفروشان اسلام نے 21/8/2015 کو جوائنٹ اسٹاک کمپنیز حیدرآباد میں تجدید رجسٹریشن کی درخواست جمع کرائی، جس پر جماعت عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت حیدرآباد نے 31/8/2015 کو اعتراض داخل کیا، جس کی بنیاد پر تاحال جوائنٹ اسٹاک نے رجسٹریشن کی تجدید نہیں کی۔

اس پوری تفصیل کو مدنظر رکھتے ہوئے تمام راہنماؤں نے پریس کانفرنس میں حکومت پاکستان اور افسران بالا سے مطالبہ کرتے ہوئے کہا کہ عدالتی سزا یافتہ ریاض احمد گوہر شاہی کی تنظیم انجمن سرفروشان اسلام اور مہدی فاؤنڈیشن پر پابندی عائد کی جائے۔ ان کی سرگرمیوں سے پورے ملک میں اشتعال پھیل رہا ہے، امن وامان کی صورتحال کو مدنظر رکھا جائے ورنہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ اس موقع پر مولانا عبدالسلام قریشی، مولانا سیف الرحمٰن، مولانا ضیاء الرحمٰن طاہر، مولانا عبدالرحیم صدیقی بھی موجود تھے۔

☆☆..............☆☆

سلام زندہ باد — فرما گئے یہ ہادیٔ لانبی بعدی — تاجدارِ ختمِ نبوت زندہ باد

بمقام

بادشاہی مسجد

لاہور

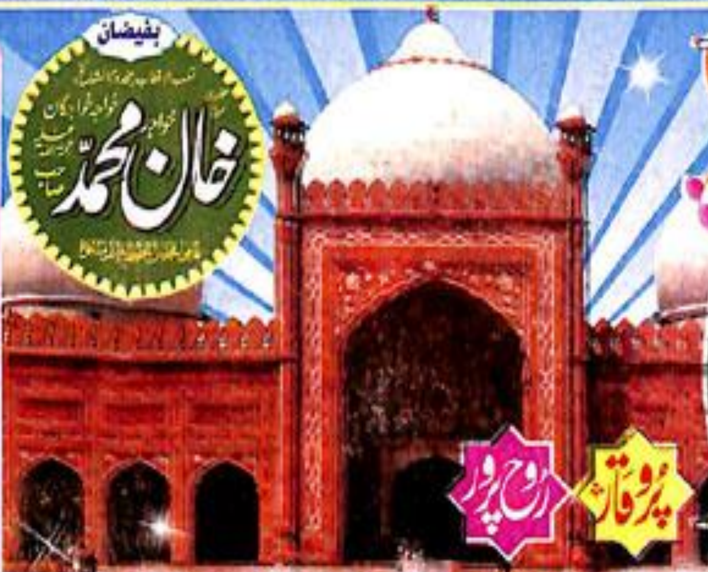

بفیضان

خواجہ خان محمد

10

مارچ

2018

بروز ہفتہ

بعد نماز عصر ان شاء اللہ

پُروقار — روح پرور

تاریخ ساز — عظیم الشان

ختمِ نبوۃ کانفرنس

ان شاء اللہ بڑے تزک و احتشام کے ساتھ منعقد ہو رہی ہے

مولانا عبدالرزاق اسکندر

صاحبزادہ خواجہ عزیز احمد

محمد ضیاء الدین خان

ملک بھر سے تمام مکاتب فکر کے علماءِ کرام نامور خطباء

مقررین ممتاز مذہبی سماجی و سیاسی رہنما وکلاء صحافی

اور تاجر تنظیموں کے نمائندگان

خطاب فرمائیں گے

شمعِ ختمِ نبوت کے پروانوں سے شرکت کی درخواست ہے

0300-4304277
0300-9496702
0321-9448442
0300-4275569

زیر اشاعت — عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لاہور